علمی ادبی اقتصادی تاریخی سیاسی اردو [illegible]

ماہنامہ

قائد
مرادآباد

مسئول
متین اختر اسلام

مرسل ترسیل زر کا پتہ
(مولانا حکیم) انظار احمد شفاخانہ مرادآباد

سید محمد میاں

برقی پریس سے چھپ کر مرادآباد

۱۲

قواعد و ضوابط رسالہ

تاریخ الفائد ۱۳۵۷ھ

جریدۂ خجستہ بنیاد ۱۳۵۷ھ

(۱) رسالہ کا نیا سال محرم سے شروع ہوتا ہے اور قمری ماہ کی ۷ تاریخ تک رسالہ تیار ہو جاتا ہے۔ اکو ڈاکخانہ میں پہنچا دیا جاتا ہے

(۲) اندرون ہند قمری ماہ کی ۱۵ تاریخ تک رسالہ نہ پہنچے یا غلطی سے قسم اول کی بجائے قسم دوم پہنچ جائے۔ تو فوراً مطلع فرمایا جائے

(۳) قمری ماہ کی ۲۵ تاریخ کے بعد رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت ہوگی تو رسالہ قیمت سے بھیجا جائے گا۔

(۴) پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمایا جائے۔ اگر انگریزی کے پتہ کی ضرورت ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے۔

(۵) خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں۔

(۶) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیے۔ ورنہ دفتر جواب کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

(۷) مہذب اشتہارات شائع کئے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اجرت پیشگی ادا فرمائی جائے۔

(۸) مہذب اور مستند مضامین شائع کئے جا سکتے ہیں۔ مگر مسلک کے مخالف مضامین پر سنجیدہ تبصرہ بھی کیا جائیگا

(۹) چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیے۔

(۱۰) ترسیل زر بنام مولانا حکیم انظار احمد صاحب مدیر انتظامی رسالہ قائد مراد آباد ہونا چاہیے۔

(۱۱) ایجنسی کی شرائط خط و کتابت سے طے کی جائیں۔

(۱۲) چونکہ نمبر ۷ سے پہلے رسالے دفتر میں باقی نہیں رہے لہذا مسلسل مضامین کے متعلق یہ تجویز کیا گیا ہے کہ اگر آخر ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ تک کم از کم ڈھائی سو فرمائشیں موصول ہو جائیں تو نمبر ۷ تک کے مسلسل مضامین کی کاپیاں طبع کرا کر فرمائش کنندگان کی خدمت میں بھیجدی جائیں گی۔ بشرطیکہ وہ آئندہ سال کا چندہ ماہ محرم ہی میں ادا فرمانے کا وعدہ فرمالیں۔ یعنی ابتدا محرم سے خود کو خریدار قرار دے لیں۔

شرح چندہ		اجرت اشتہارات			
اندرون ملک	بیرون ملک	ایک صفحہ		½ صفحہ	¼ صفحہ
سالانہ ششماہی		ایکمرتبہ	سے	۵ہ	عا
عمدہ کاغذ عہ ۱۲ر	عمدہ کاغذ ۴ شلنگ				۱۲ر
معمولی کاغذ عہ ۱۲ر	معمولی کاغذ ۳ شلنگ	ایک سال یعنی ۱۲ مرتبہ	مغہ	للعہ	ہعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح چندہ		ممالک غیر سے	
سالانہ عمدہ کاغذ	عہ ۱۲/	سالانہ	
ششماہی	عہ/	عمدہ کاغذ	۴ شلنگ
سالانہ معمولی کاغذ	عہ	معمولی کاغذ	
ششماہی	۱۲/		۳ شلنگ

ماہنامہ قائد مراد آباد

ترسیل زر کا پتہ

مولانا حکیم انتظار احمد صاحب مدیر انتظامی محلہ فیلخانہ مراد آباد

جلد ۱ ‖ بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۵۷ھ ‖ نمبر ۹

فہرست مضامین

ضروری گزارش سیاسی تربیت گاہ کا مسودہ رمضان کے قائد میں شائع ہو چکا ہے اس کے متعلق ناظرین کرام کی رائے طلب کی گئی تھی مگر اب تک بہت کم حضرات کی رائیں وصول ہوئی ہیں۔ چند دوستوں سے زبانی گفتگو ہوئی تو وہ باوجودیکہ بہت زیادہ موافق ہیں مگر کسر نفسی کے طور پر رائے تحریر فرمانے ہوئے شرماتے تھے۔ غالباً ہم ......

کمال اتاترک حیات جاوید یافت

زمانہ [illegible] کے [illegible] نے عامہ بزرگوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ کمال اتاترک کے لئے [illegible] ۔ دام اقبالہ۔ مدظلہ وغیرہ کے بجائے رحمۃ اللہ۔ غفر اللہ لہ۔ قدس اللہ سرہ جیسے کلمات تحریر کریں [illegible] ۔ کمال اتاترک کی علامات پر شرعی نقطۂ نظر سے تبصرہ۔ اور اس کی مختصر سوانح کا اس نمبر میں موقعہ نہیں رہا۔ ان دونوں چیزوں کے متعلق تو آئندہ نمبر میں وعدہ کیا جاتا ہے (واللہ الموفق)

بہت مختصر طور پر چند جملے اس نمبر میں تحریر کر دینے ضروری ہیں۔ مصطفیٰ کمال کی زندگی خواہ کیسی ہو۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ اس حالت میں راہی ملک بقا ہوا کہ مسلمانوں کے قلوب اس کی محبت سے لبریز ہیں اور ہر ایک دل اس کی جدائی کی تکلیف اور رنج محسوس کر رہا ہے عام مسلمانوں کا یہ تعلق بظاہر اس کی مقبولیت کی دلیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قبول فرما لیتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہم نے فلاں بندے کو قبول کیا۔ تم اس سے محبت کیا کرو۔ حضرت جبرئیل یہی علیہ تمام فرشتوں کو پہنچا دیتے ہیں۔ فرشتوں کی عام محبت کا اثر بندگان خدا کے پاک اور صاف قلوب پر پڑتا ہے تو قدرتی طور پر ہر ایک [illegible] بندہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ خدا کرے مصطفیٰ سے یہ تعلق اسی پوشیدہ مقبولیت کا نتیجہ ہو۔ آمین

رسالہ قائد کا

صحیفۂ سیاست

اور

کمال نمبر

جس میں

(۱) سیدنا شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کا لیگ سے اشتراک اور پھر قطع تعلق کے متعلق مفصل بیان ہوگا۔ جو در حقیقت سیاسیات ہند کی ایک تاریخی مگر تاریک ڈپلومیسی کا پردہ فاش کریگا۔

(۲) مصطفیٰ کمال مرحوم کی خدمات پر شرعی حیثیت سے معنی خیز اور بصیرت افروز تبصرہ ہوگا۔

(۳) کمال اتاترک کی زندگی کا تاریخی فوٹو ہوگا۔

(۴) سیاسیات حاضرہ کے متعلق اہم فتوی شائع کیا جائے گا۔

یہ نمبر اپنی معنوی اور ظاہری خوبیوں کے لحاظ سے بے نظیر ہوگا۔ ارباب قلم قلمی امداد سے ممنون فرمائیں شعرائے باکمال نظمی تحائف سے شکریہ کا موقعہ دیں ایجنٹ صاحبان اور تجارتی اشتہارات کے لئے نادر موقعہ ہے وہ خط و کتابت سے معاملہ طے کریں۔ (منیجر)

مصطفےٰ کمال کیلئے یہی فخر کافی ہو کہ جب یورپ کی طاغوتی طاقتوں نے شیرازہ اسلام کو اپنے خیال اور اپنی دیرینہ تمناؤں کے بموجب پامال کر دیا تھا - اور سلطنت عثمانیہ کے پرخچے اڑا کر درندہ صفت جوع الارض کے مریضوں میں اس کے حصے بخرے کر لئے تھے تو خداوند عالم نے شیرازہ مسلم کو پھر سے یکجا کرنے کے لئے اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے جس شخص کو منتخب فرمایا وہ یہی مصطفےٰ کمال تھا - غفر اللہ لہٗ -

بیشک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ان اللہ یریدا ھذا الدین برجل فاسق او کما قال صلے اللہ علیہ وسلم (یعنی اللہ تعالیٰ دین اسلام کو فاسق اور فاجر کے ذریعہ سے بھی تقویت دے لیا کرتے ہیں)

لیکن یہ کیا ضروری ہو کہ کوئی فاسق فاجر - خداوند عالم کی بے پناہ رحمت سے محروم ہی رہے -

رحمت حق بہانہ می جوید رحمت حق بہا نمی جوید

اس وقت دنیا کی سیاست میں - مزدور اور سرمایہ دار - کمزور اور قوی - فاقہ مست اور دولت کے بدمست کا مقابلہ ہو رہا ہے - ایک طرف دولت اور قوت اور ثروت کی فرعونی طاقتیں ہیں جو ہر کمزور و ہر نحیف کو ہڑپ کرنا چاہتی ہیں - دوسری طرف کمزوروں - فاقہ مستوں کی جماعتیں ہیں - جو واویلا شور و شیون سے فضاء عالم کو نقارخانہ بنائے ہوئے ہیں - مگر خائف ہیں کہ نہ معلوم اس نقارخانہ پر کب استبداد کی تباہ کن توپیں گولہ باری کرنے لگیں، اور حبش کی غریب قوم - یا یوگوسلیوکیا کی درماندہ جمہوریت کی طرح اس نقارخانہ کے لئے فنا کا فرمانی حکم صادر کیا جائے -

آہ مصطفےٰ کمال - تو درماندہ اقوام کا سہارا تھا - کمزوروں کی پشت پناہ تھا - غلاموں کی آنکھ کا تارا تھا - مزدوروں کے سر کا تاج تھا - اور بھوکوں فاقہ مستوں کے لئے یوسف شادکام تھا -

خدا تیرے اوپر رحمتیں نازل کرے - خدا تیری قبر کو نور سے بھر دے - خدا تیری قوم کو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رکھے - خدا تیرے جانشینوں کو خدمت اسلام کی بیش از بیش توفیق بخشے -

تیری یہ خوبی بے نظیر تھی - بیشک آج ہٹلر اور مسولینی بھی ڈکٹیٹر ہیں - مگر اُن کو تجھ سے کیا نسبت وہ سرمایہ داری کے خوں خوار درندے ہیں مگر تو غریبوں کیلئے مژدہ رحمت تھا - وہ جبر و استبداد کے فرعون ہیں لیکن تو لطف و کرم کا موسیٰ تھا یہی باعث ہو کہ آج فقط مسلمان نہیں بلکہ تمام دنیا کی درماندہ اور بیکس قومیں تجھے یاد کر کے

رو رہی ہیں اور یہی سبب ہے کہ صدر جمہوریہ ہند کا صدر بھی ترکی کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ میں خراج عقیدت پیش کر رہا ہے

مرحوم مصطفیٰ کمال کی بارگاہ میں سبھاش چندر بوس صدر جمہوریہ ہند کا خراج عقیدت

کمال پاشا نے اناطولیہ کے میدان جنگ ہی میں انقلاب پیدا نہیں کیا۔ بلکہ قومی تعمیر کے میدان میں بھی اس کی انقلابی سرگرمیاں بروئے کار آئیں۔ وہ اس اصول کا بہترین مفسر تھا۔ کہ جو لوگ آزادی کے لئے جدو جہد کر کے اسے حاصل کر لیتے ہیں۔ انہیں جنگ آزادی کے بعد تعمیری پروگرام کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہئے۔ جنگ عظیم نے جن رومانی صورتوں کو منظر عام پر نمایاں کیا۔ ان میں مصطفیٰ کمال کی شخصیت خاص عادت رکھتی ہے۔ لیکن کمال پاشا محض ایک رومانی شخصیت یا فاتح ہی نہ تھا بلکہ ایک ماہر جرنیل اور معاملہ فہم سیاستدان تھا۔ دل و دماغ کی اس عجیب و غریب موافقت کے بغیر وہ عدیم المثال کامیابی جو اسے حاصل ہوئی ناممکن تھی۔ وہ ایک زبردست جرنیل عظیم المرتبت سیاستدان اور بہت بڑا حمایتی اسلام تھا۔ وہ ایک عظیم المرتبت سیاست داں جنگجو اور قومی معمار تھا۔ اس کی شخصیت موجودہ صدی کے مشاہیر میں نہایت ممتاز ہے۔ اپنے ملک کو یورپ کی طاقتوں کے منھ کا نوالہ بننے سے بچایا۔ اور سابق آٹومن سلطنت کی راکھ پر جدید ترکی کی مضبوط بنیادیں استوار کرنے کا سہرا مصطفیٰ کمال کے سر ہے۔ اگر یورپ کی طاقتیں دوبارہ ایشیا پر تسلط جمانے کے لئے چڑھ دوڑیں تو مصطفیٰ کمال کا ملک ہماری فوجوں کا مغربی محاذ ہوگا۔ ایسی عدیم المثال شخصیت کی موت ساری دنیا کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ خصوصیت سے ہمارے جیسی پامال اور روندی ہوئی قوموں پر جو اس حادثہ کا گہرا اثر پڑا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم آزادی اور نوع انسانی کے اس سب سے بڑے عاشق کی خدمت میں مودبانہ عقیدت کا خراج پیش کریں۔ اس لئے میں تجویز کرتا ہوں کہ اگلے ۱۰ نومبر کو کمال ڈے منایا جائے۔ اس موقعہ پر جلسے منعقد کر کے کمال اتاترک سے عقیدت کے ریزولیوشن پاس کئے جائیں اور اس کے محبوب ترکی کے آزاد لوگوں کو اس قومی صدمہ پر مخلصانہ اظہار ہمدردی کے پیغامات بھیجے جائیں۔

ماتمِ کمال

(رشحاتِ قلم مولوی حکیم محمد فخر عالم صاحب صدیقی سیوہاروی)

(حکیم صاحب کے شکریہ کے ساتھ اُن کی نظم شائع کی جاتی ہے)

دریغا لذتِ دنیائے فانی	دریغا آرزوئے زندگانی
دریغا حسرتِ عیشِ جوانی	دریغا جوششِ سعیِ کامرانی
تفو بر احتشامِ پادشاہی	تفو بر دولتِ صاحبقرانی
تفو بر چنگ و نے ساقی و مطرب	تفو بر انبساط و شادمانی
بہ سلطانیِ ہفت اقلیم لعنت	تفو بر تاج و اورنگِ کیانی
بہ رنگارنگیِ دنیا تنفر	تفو بر انقلابِ آسمانی
وہ قحبہ ہے عروسِ دہر جس سے	نہ راس آئی کسی کی بیوہ گانی
زمانہ جب نگاہوں میں ہو تاریک	تو پھر کس سے کہیں غم کی کہانی
ہو جب سینے میں دل ہی پارہ پارہ	تو پھر کس کام کی جادو بیانی
وہ غم جو وسعتِ دل سے سوا ہو	ادا کیونکر ہو خامہ کی زبانی
تپِ غم سے فرشتے تک ہیں بیتاب	جلائے دیتا ہے سوزِ نہانی
پری خانہ میں ہیں پریاں سیہ پوش	سلیماںؑ مبتلائے نوحہ خوانی
کلیجے شق ہیں ہر جن و بشر کے	گراں ہے کوہ سی غم کی گرانی
جو چہرے تھے مسرت سے گلِ سرخ	وہ غم سے ہو گئے ہیں زعفرانی
جو عارض تھے ابھی رشکِ گلِ تر	کہاں اُن میں وہ رنگِ ارغوانی
یہ ہے خونابہ دل کا تقاضا	ذرا دامن پہ ہو اب گل فشانی
وہ غازیِ مصطفےٰ تھی جس پہ ہر آن	محمد مصطفےٰ کی مہربانی
خدا تھا جس سے خوش مخلوق راضی	ولی کرتے تھے جس کی پاسبانی
محبت جس کی نقش کالحجر تھی	دلوں پر جس لے کی تھی حکمرانی

نگین خاتم ترکی اتاترک — مسلمانوں کا وہ محبوب جانی
تھے جس سے سرنگوں اغیار سارے — نہ چلتی تھی کسی کی لن ترانی
وہ جس کا رعب تھا کشور بکشور — تھی پیری میں عیاں جسکی جوانی
مجاہد، شیر دل، تھی جسکی شمشیر — رہین جوہر کشور ستانی
سپہدار اجل سے ہو کے مغلوب — ہوا اے وائے جنت آشیانی
مسلماں سارے اسکو رو رہے ہیں — ہوئی تاراج اُن کی باغبانی
عراقی، کابلی، مصری و ترکی — عرب، ایرانی و ہندوستانی
سبھوں کا قافلہ سالار تھا وہ — وہ تھا سب کا متاع کاروانی
کمالِ حکمرانِ کشور دل — نہیں ہے شش جہت میں جس کا ثانی
ستم ہے۔ کر گیا ہم سے کنارا — غضب ہے، دے گیا داغ نہانی
وہ شیر بیشۂ اسلام ہیہات — جہانی سے ہوا جنت مکانی
سنا ہو مژدۂ تنویر جس نے — اُسے تھی آہ کب یہ بدگمانی
کہ ہوگا منکسف خورشید ترکی — کہ ٹوٹے گی بلائے آسمانی
جہاں یکسر نظر آتا ہے بے آب — بھرا ہے اسقدر آنکھوں میں پانی
بس اے صدیقیِ مغموم خاموش — بہت کچھ ہو چکی گریہ فشانی
نہ کر رحلت پہ اُس غازی کی ماتم — ملے جس کو بہشت جاودانی
رہیں خدمت میں جسکی حور و غلماں — ملے رضواں کو جس کی پاسبانی
مگر از روئے اسلامی اخوت — دگر بر اقتضائے مہربانی

روا ہے جسقدر ماتم کرے تو
بجا ہے آہ و زاری، سرگرانی

سیاسی تربیت گاہ کے متعلق سب سے پہلی رائے

ناظرین کرام رسالہ "قائد" بابت ماہ رمضان المبارک میں سیاسی تربیت گاہ کے متعلق تجویز ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ اور امید ہے کہ جلدی رائے عالی سے اطلاع کے خطوط بھی موصول ہونے لگیں گے۔ آج ۲۴ رمضان یعنی ان صفحات کی تحریر تک سب سے پہلے حضرت مولانا عبداللہ صاحب مہتمم و بانی مدرسہ برکت العلوم علاول پور ضلع جالندھر کی موصول ہوئی ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ آیندہ جو آرا موصول ہوں گی اُن کی اشاعت کے لئے بھی ایک دو صفحہ مخصوص کر دیا جائے گا۔ واللہ المعین (محمد میاں)

بخدمت اقدس جناب مولانا صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ المعروض ایں کہ کل رسالہ قائد موصول ہوا۔ اس میں تجویز سیاسی تربیت گاہ اور دار الصنائع پڑھ کر دل بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے۔

جناب نے اس تجویز کے متعلق رائیں دریافت فرمائی ہیں۔ اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ رائے دے سکوں۔ لیکن پھر بھی اپنے جذبات کا اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ کم از کم آپ کی ہمت افزائی تو ہو جائے۔

بہر حال میں اس تجویز کے ساتھ بالکل متفق ہوں۔ اسی قسم کی تجویز کے لئے بندہ نے ایک مضمون بھی تحریر کیا تھا۔ جو رسالہ قائد میں شائع ہوا تھا۔ اب اگر یہ کام جناب نے شروع کیا تو میں اس میں ہر ممکن امداد سے دریغ نہ کروں گا۔ اور یہاں پر یہی کے مال کی اشاعت اور سیاسی بیداری حاصل کرنے کے لئے طلباء کو بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

تعلیمات قرآن — صفات الٰہیہ

تیسری صفت علم ہے

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ قائد عــ بابت ماہ رمضان المبارک ص۱۰)

(از حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مرادآباد)

ہر ہر شے کا علم کس کے لئے ضروری ہے اور کیوں ضروری ہے؟

الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر
ج ۷ ع ۱۲ سورہ انعام

کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا۔ حالانکہ وہ لطیف ہے خبردار ہے۔

عالم الغیب کون ہو سکتا ہے

عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (ع ۷ ج ۷ سورہ انعام)

اُس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اُنکو صرف وہی جانتا ہے نیز واقف ہے ان تمام چیزوں سے جو خشکی میں ہوں یا تری میں اور جو پتہ بھی کہ گرتا ہے خدا اسکو جانتا ہے اور جو دانہ بھی کہ زمین کی اندھیریوں میں ہو۔ یا جو بھی تر یا خشک وہ کتاب مبین میں ہے (انعام)

وقال صلی اللہ علیہ وسلم:

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مفاتح الغیب خمس ثم قرأ عــہ

غیب کی کنجیاں پانچ ہیں۔ پھر حضور نے تلاوت فرمائی تھی۔

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام۔ وما تدری نفس ماذا تکسب غدا۔ وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر (ج ۲۱ ع ۴ سورۂ لقمان)

اللہ ہی کو ہے قیامت کا علم۔ وہی بارش نازل کرتا ہے وہی جانتا ہے اُن بچوں کو جو ارحام میں ہیں کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ کونسی سرزمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ صاحب علم ہے اور باخبر

عــہ بخاری شریف کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ

عالم الغیب صرف خدا کی صفت ہے۔ غیر خدا کو عالم الغیب کہنا غلط اور ناجائز ہے

علم الانسان ما لم یعلم (سورۂ اقرأ)	انسان کو سکھایا وہ جو نہ جانتا تھا۔
لا یحیطون بشیء من علمه الا بما شاء (سورہ بقرہ)	نہیں گھیر سکتے اسکے علم میں سے مگر جو وہ چاہے (سورہ بقرہ)
عالم الغیب لا یعزب عنه مثقال ذرة فی السموات والارض ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب المبین ط ج ۲۲ ع ۱ سورہ سبا	دانائے غیب ہے اس کے علم سے ایک ذرہ کی برابر بھی آسمانوں یا زمین میں غائب نہیں ہو سکتا۔ نہ اس سے چھوٹا نہ اس سے بڑا۔ جو کچھ بھی ہے، کتاب مبین میں ہے۔
الم یعلموا ان الله یعلم سرهم و نجواهم و ان الله علام الغیوب (ج ۱۰ ع ۱۰ سورہ توبہ)	کیا اُن کو علم نہیں کہ خداوند عالم ان کے راز اور انکی سرگوشی کو جانتا ہے اور اللہ علام الغیوب ہے (سورہ توبہ)
عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول فانه یسلک من بین یدیه و من خلفه رصدا۔ لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربهم واحاط بما لدیهم واحصی کل شیء عددا۔ ج ۲۹ ع ۲ سورہ جن	جاننے والا غیب کا نہیں خبر دیتا اپنے غیب کی مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول تو وہ چلاتا ہے اُس کے آگے اور اس کے پیچھے چوکیدار تاکہ جانے کہ انہوں نے پہنچائے پیغام اپنے رب کے۔ اور قابو میں رکھا ہے جو ان کے پاس ہے اور گن لی ہے ہر چیز کی گنتی
وقال الله تعالی لرسوله صلی الله علیه وسلم قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب۔ ع ۵ پ ۷ سورہ انعام	اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش فرمائی۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ (سورۂ انعام)
ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت	اگر میں جانا کرتا غیب کی بات تو بہت خوبیاں لیتا

من الخیر وما مسنی السوء — اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی۔

۶ ع ۲۳ پ ۹ سورہ اعراف — (۶ ع ۲۳ پ ۹ سورہ اعراف)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(حین اتاہ جبرئیل لیعلم المومنین
دینھم وسألہ متی الساعۃ)
ما المسئول عنھا باعلم من السائل

(بخاری شریف کتاب الایمان)۔

وفی روایۃ فی خمس لایعلمھن الا
اللہ۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ
وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام

(بخاری شریف باب قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ)

وقال صلی اللہ علیہ وسلم
لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ
بن مریم۔ انما انا عبد اللہ ورسولہ
فقولوا عبد اللہ ورسولہ

(ھل اتیت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس ارشاد پر علماء ربانی کا ایمان ہے کہ اوتیت علم الاولین والآخرین مجھے اسلاف و اخلاف کے علوم عطا فرما دیئے گئے۔ نیز اس حدیث کی بنا پر ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر نہ کسی نبی کا علم تھا نہ کسی ولی کا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس علم کو علم غیب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ علماء ربانی کا قول ہے کہ رحمٰن۔ فعال لما یرید۔ وغیرہ اسماء صفات کی طرح یہ الفاظ باری تعالیٰ عزاسمہ کے لئے مخصوص ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کا اطلاق جائز نہیں

واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ تفسیر ابن کثیر

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر سورۂ فاتحہ

(از حضرت علامہ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد)

سورۂ فاتحہ کے فضائل (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اُم قرآن جیسی کوئی سورت نہ تورات میں نازل کی گئی نہ انجیل میں۔ وہ سبع مثانی ہے۔ اور وہ صورت ہے جو بیرے (خداوند عالم کے) اور بندے کے درمیان دو حصے کر کے تقسیم کر دی گئی۔ (نسائی شریف۔ ترمذی شریف)

(حضرت عبداللہ ابن جابر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ استنجے سے فارغ ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ آپ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے سلام کیا تب بھی جواب نہ ملا۔ تیسری مرتبہ میں نے سلام کیا۔ تب بھی جواب سے محروم رہا۔ اور آپ آگے آگے چل دیے میں حضور کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ حتی کہ آپ خیمہ میں داخل ہو گئے۔ اور میں مسجد میں غمگین اور محزون ہو کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد طہارت سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر فرمایا۔ عبداللہ بن جابر ——— کیا تمہیں وہ سورت نہ بتاؤں جو قرآن پاک میں سب سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ضرور یا رسول اللہ۔ فرمایا الحمد للہ ختم تک پڑھ لو۔

(مسند امام احمد) اس کی سند اعلیٰ ہے ابن عقیل سے ائمہ کبار نے احتجاج کیا ہے اور ان عبداللہ بن جابر کے متعلق ابن جوزی کا یہ خیال ہے کہ یہ عبدی ہیں۔ اور حافظ ابن عساکر نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض کے قول کے مطابق یہ عبداللہ ابن جابر انصاری بیاضی ہیں واللہ اعلم۔

اس جیسی احادیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ سورتوں اور آیتوں میں مراتب اور فضائل کا فرق ہے۔ اسحٰق بن راہویہ۔ ابو بکر بن عربی مالکی اور ابن الحصار مالکی۔ اس کے قائل ہیں۔

لیکن اہل علم کی دوسری جماعت کا قول یہ ہے کہ سورتوں میں فرق مراتب نہیں۔ کیونکہ ہر ایک صورت ہر ایک آیت اللہ کا کلام ہے۔

نیز اس بنا پر بھی ایک سورت کے افضل قرار دینے سے دوسری صورت یا آیت کے مفضول اور ادنے

ہونے کا وہم نہ ہو۔ قرطبی نے۔ اشعری۔ ابو بکر باقلانی۔ ابو حاتم بن حبان۔ بستی۔ ابو حیان۔ یحییٰ بن یحییٰ سے بھی قول نقل کیا ہے اور امام مالک رح سے بھی ایک روایت ہے۔

حدیث دیگر (ابو سعید خذریؓ) ہم ایک سفر میں تھے۔ ایک جگہ اُترے۔ ایک لڑکی آئی۔ اور کہا۔ اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ ہمارے آدمی باہر گئے ہوئے ہیں۔ تو کیا آپ حضرات میں سے کوئی صاحب جھاڑ جانتے ہیں۔

اُس لڑکی کے ساتھ ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ جس کے متعلق ہمارا خیال نہ تھا کہ وہ کوئی جھاڑ جانتا ہے۔ اُس نے اُس شخص پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ وہ سردار اچھا ہو گیا۔ اُس نے تیس بکریاں پیش کیں اور ہم سب کو دودھ پلایا۔ ہم نے اُن صاحب سے (جنھوں نے جھاڑا تھا) دریافت کیا کہ کیا آپ کوئی جھاڑ جانتے تھے؟ جواب دیا نہیں! میں نے صرف اُم کتاب" (سورہ الحمد) سے جھاڑا ہے۔

ہم نے کہا اچھا ابھی کچھ مت کرو۔ تا آنکہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کا حکم دریافت کرلیں۔ جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے اور بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے تو ہم نے دربار رسالت میں تمام ماجرا سنایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (مسرت آمیز تعجب سے) دریافت فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ جھاڑ ہے۔ تیس بکریوں کو آپس میں تقسیم کرلو۔ اور میرا بھی حصہ لگاؤ۔

(بخاری شریف باب فضائل قرآن۔ مسلم شریف۔ ابوداؤد شریف)

مسلم شریف کی کچھ روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو سعید ہی نے اُس سلیم یعنی مار گزیدہ کو جھاڑا تھا۔ جو کہ راوی حدیث ہیں)

عرب لدیغ یعنی مار گزیدہ کو نیک فالی کے طور پر سلیم کہدیا کرتے تھے سلیم کے معنی ہیں صحیح سالم یعنی تندرست ہو جانے

حدیث دیگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ۔ تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ آپکے پاس موجود تھے۔ دفعتاً اوپر سے کسی چیز کے پھٹنے کی آواز آئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فوراً آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے۔ جو آج تک کبھی نہیں کھولا گیا ہے۔ اس کے بعد اس دروازے سے ایک فرشتہ اُترا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرمایا۔ آپ کو بشارت ہو کہ آپ کو دو نور دیئے گئے ہیں۔ جو

آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دئے گئے تھے۔ فاتحہ کتاب "سورۃ الحمد" اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں۔ اس کے ہر ہر حرف کے پڑھنے پر وہ چیز آپ کو دیجاوے گی جو اس میں رکھی ہوئی ہے۔

سنن نسائی شریف۔ صحیح مسلم شریف۔

حدیث دیگر (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص فاتحہ کے بغیر نماز پڑھیگا۔ وہ نماز ناقص ہی ناقص ہے۔ ناقص ہے۔ ناتمام ہے۔ اسی طرح اس روایت کو نسائی نے بھی بیان کیا ہی۔ نیز مسلم اور نسائی نے ایک دوسری سند سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اس میں صرف اتنی توضیح مزید ہی کہ خداوند عالم فرماتے ہیں۔ فاتحہ کا آدھا حصہ میرے لئے ہے۔ آدھا حصہ میرے بندے کے لئے۔ اور جو بندہ مانگتا ہی وہ اسکو ملتا ہے۔

مسلم نے اور بھی متعدد سندیں بیان کی ہیں۔ ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرکے حسن کہا ہے۔ ابن جریر نے اس روایت کو حضرت جابر بن عبداللہ سے بھی نقل کیا ہی۔ اس میں الفاظ کا اختصار ہے۔ یعنی الرحمن الرحیم کے بعد یہ ہے کہ خداوند عالم فرماتے ہیں یہ میرے لئے ہے۔ اور باقی بندہ کا ہے۔ یہ حدیث غریب ہی

اس حدیث کے متعلق فاتحہ کے بارہ میں چند باتیں ایک یہ کہ اس حدیث میں "صلوۃ" کا لفظ بولا گیا ہی۔ صلوۃ کے معنے اگرچہ نماز کے ہیں۔ مگر مراد اس سے قراءت ہی۔ جیسا کہ "لا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا"۔ میں صلوۃ سے مراد قرأت ہی۔ (معنے) اپنی قرأت کو نہ بلند کرو نہ پست کرو۔ اور ان دونوں صورتوں کے درمیان ایک سبیل تلاش کرلو۔ چنانچہ اس کی تصریح حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہی۔ تم نہیں پڑھتے تو غلطی کرتے ہو۔ بلکہ ایک صورت تجویز کی جس سے امام کے پیچھے قرأت بھی لازم نہ آئے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کے اجتہاد کے بموجب شان فاتحہ کے مقتضا پر بھی عمل ہو جائے۔ یعنی دل دل میں پڑھ لینا۔

یہاں یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس شغف کے باوجود یہ نہیں فرمایا کہ آہستہ آہستہ پڑھ لیا کرو۔ اگر یہ منشا تھا تو اس کے لئے "سراً" کا لفظ اختیار فرماتے۔ "فی نفسک" دل دل میں کہنے کا کیا موقعہ تھا۔ لامحالہ حضرت ابوہریرہ کا منشا یہی ہی کہ ان الفاظ کا خیال دل میں قائم کرتے رہو۔ واللہ اعلم

مقصود یہ ہے کہ آیۃ کریمہ کی طرح حدیث میں بھی لفظ واقع ہو رہا ہے۔ ارشاد ہے کہ صلوٰۃ کو میں نے اپنے اور بندے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دیا۔ اور جو بندہ مانگتا ہے وہ اس کا ہے۔ پھر اس تقسیم کرنے کی صورت جو بیان کی وہ صرف سورہ فاتحہ کی قراءت میں محدود ہے۔ اس طرز تعبیر سے نماز کے اندر قراءت کی عظمت[1] پر دلالت ہوئی۔ نیز معلوم ہوا کہ قراءت نماز کے بڑے ارکان میں سے ہے۔ کیونکہ "عبادت" کا لفظ بول کر اس کا ایک جز یعنی قرأت مراد لیا گیا۔ (گویا اس عبادت کا لب لباب یہ ہے) جیسا کہ آیۃ کریمہ "وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا" (قرأت صبح ۔ کیونکہ صبح کی قرأت میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے۔) میں قراءت فجر سے مراد نماز فجر ہے۔ چنانچہ مسلم اور بخاری شریف کی روایت میں صراحت سے آیا ہے۔ کہ فجر کی نماز میں وہ تمام فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں جن کی ڈیوٹی رات کی۔۔۔۔ ہوتی ہے یا جن کی ڈیوٹی دن کی ہوتی ہے[2]۔

بس اس تمام طرز سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ لیکن ایک مسئلہ میں اختلاف ہو گیا۔ جس کو ہم دوسری بات کے سلسلہ میں ذکر کریں گے۔

دوسری بات یہ کہ علماء کا اختلاف ہے کہ آیا نماز میں فاتحہ کتاب کے ماسوا کسی اور سورت کی قرأت کا ہونا معین اور ضروری ہے۔ یا صرف فاتحہ کتاب کافی ہے۔ یا فاتحہ کتاب کے سوا کسی اور سورت کی قرأت کافی ہے جیسا کہ دو قول مشہور ہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ اور ان کے ہمنوا حضرات کا مسلک تو یہ ہے کہ معین کچھ بھی نہیں[3] بلکہ قرآن پاک کا جو حصہ بھی پڑھ لیگا کافی ہو جائیگا۔ ان حضرات نے آیہ کریمہ "فاقرؤا ما تیسر من القرآن" (قرآن پاک کا جو حصہ آسان ہو پڑھ لو) کے عموم سے استدلال کیا ہے۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے جس کا ثبوت صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جس نے نماز ٹھیک طور سے نہیں پڑھی تھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی صورت کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تھا "اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرأ ما تیسر معک من القرآن" ۔ جب نماز کیلئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو۔ اور قرآن پاک کا جو حصہ بسہولت پڑھ سکتے ہو۔ پڑھ لو۔ (باقی)

---

[1] چنانچہ امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے سجدوں کی زیادتی یعنی متعدد رکعتوں کی بہ نسبت یہ افضل ہے کہ ایک رکعت میں قرأت طویل ہو (رطلیہ) [2] یعنی رات اور دن کی خدمت کے لئے الگ الگ فرشتے مقرر ہیں اور انکی ڈیوٹی صبح کی نماز کے وقت بدلتی ہے۔ تو نماز صبح میں فرشتوں کی دو لو جماعتیں حاضر ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم۔ [3] یعنی بدرجہ رکن کے معین نہیں۔ ویسے تو فاتحہ کی قرأت احناف کے ہاں نماز میں واجب ہے ۱۲۰ واللہ اعلم

تاریخ عالم　　مسلسل

حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں

فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ

جنت سے خارج کیا جانا اور حضرت حق جل مجدہٗ کا عتاب مصیبت کے دو پہاڑ ہیں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کے اوپر تقدیر کے ہاتھوں توڑے گئے۔

مگر وہی خدا وہی رب العالمین۔ جس کی رحمت اس کے غضب سے آگے آگے چلا کرتی ہے۔ جس کا ارشاد ہے سبقت رحمتی علی غضبی۔ میری رحمت میرے غضب سے آگے بڑھ گئی۔ جس کی دائمی اور ابدی ندا ہے

یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم	اے میرے بندو! جو اپنے نفوس پر زیادتی کر چکے
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ إن اللہ	ہو خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ خداوند عالم
یغفر الذنوب جمیعا	تمام گناہوں کو بخشد یتا ہے

اس کی رحمت کی پوشیدہ عنایت ابر نیساں بنکر گلشن بداماں حضرت آدم علیہ السلام پر برسی۔ اور اس کی شادابی حضرت آدم کے غنچۂ دل کی طرف لپکی۔ وہ فطری شرف جو مدار فضیلت تھا جو مبناء خلافت تھا۔ نمودار ہوا ——— اور حضرت آدم علیہ السلام کے قلب کو فرط ندامت سے پانی پانی کر دیا ——— جگر خون بنا اور آنکھوں سے یکلخت بہنے لگا

قلب وجگر کے تاثر نے آنکھوں کی طرح زبان کو بھی متاثر کیا۔ اور بقول حضرت مجاہد اس قسم کے کلمات حضرت آدم علیہ السلام کی زبان سے جاری ہوئے۔

اللھم لا الہ الا انت سبحانك	اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہر ایک عیب
وبحمدك۔ ظلمت نفسی فاغفرلی	پاک ہے۔ میں تیری حمد کرتا ہوں۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا
	خداوندا میری مغفرت فرما تو بہت ہی اچھا بخشنے والا ہے
انك خیر الغافرین	
اللھم لا الہ الا انت سبحانك	اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہر ایک عیب

Scanned by CamScanner

وبحمدك رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی انك خیر الراحمین

پاک ہے میں تیری حمد کرتا ہوں۔ اے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا میری مغفرت فرما۔ تو ارحم الراحمین ہے۔

اللھم لا الہ الا انت۔ سبحانك وبحمدك رب انی ظلمت نفسی فتب علی انك انت التواب الرحیم

اے اللہ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہر ایک عیب سے پاک ہے۔ میں تیری حمد کرتا ہوں۔ اے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ میری توجہ قبول فرما۔ تو تواب اور رحیم ہے۔

سعید بن جبیر، ابو العالیہ، ربیع بن انس، حسن، قتادہ، محمد بن کعب، خالد بن معدان، عطاء
خراسانی۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم۔ نیز مجاہد (رضی اللہ عنہم) کا قول یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ ۵ اثر ۳
السلام کی دعا یہ تھی:۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اگر آپ نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خاسر ہو جائیں گے۔

ناظرین کرام سمجھ سکتے ہیں کہ مضمون ایک ہی ہے۔ صرف الفاظ کا فرق ہے۔

ابن عساکر، بیہقی، حاکم نے ایک ضعیف سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت آدم نے پکارا:۔

یارب انی اسئلك بحق محمد ان غفرت لی

اے رب۔ بحق "محمد" میری مغفرت فرما۔

حضرت حق کی جانب سے سوال کیا گیا ”تم نے محمد کو کیسے پہچانا“

حضرت آدمؑ نے ”جب تو نے مجھے پیدا کیا اور میں نے عرش معلی پر نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ عرش کے پایوں پر لکھا ہوا ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

میں نے سب ہی جان لیا کہ آپ کے نام کے ساتھ اسی کا نام ملا کر لکھا گیا ہے جو تمام مخلوق میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت حق جل مجدہٗ نے "آدم۔ سچ کہتے ہو۔ بیشک وہ تمام مخلوق میں سب سے محبوب ہیں۔ اور جب تم اُن کے طفیل میں مجھ سے معافی چاہتے ہو تو میں نے تم کو معاف کیا۔ اگر محمد نہ ہوتے تو میں تمکو بھی پیدا نہ کرتا۔

نیز امام بیہقی فرماتے ہیں۔ اس روایت کو صرف عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے بیان کیا ہے۔ مگر قابل اعتبار نہیں۔ (ابن کثیر ص۸۱ ج۱)

القصہ دعا کے لئے حضرت آدم علیہ السلام نے کچھ بھی کلمات استعمال کئے ہوں بہرحال نتیجہ یہ تھا

ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ و هدی — خدا نے اس کو برگزیدہ بنایا۔ توبہ قبول کی اور ہدایت سے نوازا۔

قیام جنت اور جلاوطنی کی مدت | جنت میں قیام فرمانے کے متعلق قرآن پاک اور مستند احادیث میں کسی مدت کا ذکر نہیں۔ بلکہ آیات قرآنی کے سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں سلسلہ وار فزید تاخیر کے بدون ظہور پذیر ہوتی رہیں۔

مگر بعض روایات میں ان واقعات کی مدت کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن سعدؒ نے طبقات میں حضرت حسنؓ سے نقل کیا ہے کہ جنت سے نکلنے پر حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس روتے رہے۔ ایک طویل روایت کے ضمن میں ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ

"آدم اور حواء" کا دوبارہ اجتماع مقام مزدلفہ پر ہوا۔ حضرت حواء کھسکتی ہوئی حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئیں۔ اسی مناسبت سے اُس مقام کا نام "مزدلفہ" ہے (ازدلاف کھسکنا۔ قریب ہونا) نیز اس مقام کو جمع بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت حوا اور حضرت آدم علیہ السلام کا اجتماع اسی مقام پر ہوا تھا۔

مقام عرفات پر ایک دوسرے کو پہچانا۔ چنانچہ اس کا نام عرفات ہوا۔ (ماخوذ از معرفت) اور دو سو برس تک اپنے فعل پر روتے رہے۔ اور چالیس روز تک کچھ کھایا پیا نہیں۔ اور سو برس تک حضرت حوا کے پاس نہیں گئے۔ اس کے بعد حضرت حوا سے مباشرت ہوئی تو سلسلہ ولادت جاری ہوا (ابن سعد ص۱۳ ج۱)

حافظ ابن عساکر نے امام تفسیر حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں

کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو اللہ کی ہمسائیگی سے الگ کر دیں چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سر سے ٹوپی اتاری اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے مرصع پٹی جو پیشانی پر بندھی ہوئی تھی کھول دی۔ اسی اثنا میں ایک ٹہنی حضرت آدم کے بدن سے الجھ گئی۔ سیدنا آدم پہلے ہی سے خوف الٰہی اور خشیتہ کے باعث حواس باختہ ہو رہے تھے۔ اس الجھاؤ سے سمجھ گئے کہ عذاب الٰہی آ گیا۔ فوراً العفو العفو کہتے ہوئے نیچے کو سر جھکا لیا۔

ارشاد الٰہی ہوا ۔۔۔ "آدم کیا بھاگنے کے لئے نیچے کو دبک رہے ہو؟"

حضرت آدم ۔۔۔ "میرے مالک حیا کے باعث سرنگوں ہوں ۔ تجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤں"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"آدم علیہ السلام کا بدن چھریرہ تھا۔ قد دراز۔ جیسے کھجور کا تنہ۔ سر پر لمبے لمبے گھنے بال۔ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو اُن کی شرمگاہ نظر آنے لگی پہلے دکھائی نہیں دیتی تھی (یعنی برہنہ ہو گئے) تب حضرت آدم علیہ السلام گھبرا کر جنت میں بھاگنے لگے۔ تو ایک درخت میں الجھ گئے۔ آپ نے فوراً کہا ۔۔۔ "چھوڑ"

درخت ۔۔۔ "نہیں چھوڑوں گا ۔۔۔ آپ درخت کی اسی حالی یا قالی گفتگو میں مشغول تھے کہ ندا آئی ۔۔۔ "آدم ۔۔۔ مجھ سے بھاگتے ہو ۔۔۔ حضرت آدم ۔۔۔ خداوندا شرمندہ ہوں۔ منہ چھپاتا ہوں[1]"

امام اوزاعی رح نے حضرت حسان بن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں سو سال رہے۔ اور ایک روایت میں ستر سال کا تذکرہ ہے۔ اور جنت سے نکالے جانے پر ستر سال روئے اپنی خطا پر ستر سال۔ اور لڑکے قتل کئے جانے پر چالیس سال[2] اکبر کا بیان ... [illegible]

یہ حدیث بظاہر قرین قیاس ہے۔ لیکن تعجب انگیز وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کیا ہے[3]

ما اسکن آدم الجنۃ الا ما بین صلوٰۃ العصر الی غروب الشمس	حضرت آدم علیہ السلام جنت میں صرف اتنی دیر رہے کہ جیسے عصر اور غروب آفتاب کے درمیان کی مدت (باقی)

[1] ابن سعد صہ ۱/۱۹ [2] ابن کثیر صہ ۱/۸۳ [3] ابن کثیر صہ ۱/۸۴

سیرت اصحاب صفہ　　اصحاب صفہ کون کون حضرات تھے

مقبولانِ بارگاہ کی مقدس جماعت

(از مولانا محمد شفیع صاحب سہسرامی)

عمار بن یاسر۔ آپ یمنی الاصل ہیں۔ یاسرؓ جب مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت حذیفہ رضؓ کے حلیف ہو گئے۔ حذیفہ کی خادمہ امیہ سے آپ کا عقد ہوا۔ جب حضرت عمار پیدا ہوئے تو حذیفہ رضؓ نے امیہ کو آزاد کر دیا۔ حضرت عمار اور اُن کے والد بزرگوار قدیم الاسلام ہیں اور آپکو تمام مہاجرین میں یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آپکے والدین مسلمان تھے۔ امیہؓ کو ابوجہل نے شہید کیا۔ (سب سے پہلے اسلام میں آپ ہی شہید ہوئیں) آپ بھی اُن مفتنین وصابرین میں سے تھے جنہیں اہل مکہ نے بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائیں۔ آپکے فضائل ومناقب بکثرت ہیں۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبؓ مطیبؓ فرمایا ہے۔ مسعودی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے مسجد بنا کر جس نے نماز پڑھی وہ عمار بن یاسر ہیں۔ واھتدوا بھدی عمار بن یاسر فرمان نبوی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت عمار سے آپنے فرمایا تقتلك الفئة الباغية۔ چنانچہ ۳۷ھ جنگ صفین میں ۹۳ برس کی عمر میں مقتول ہوئے۔ ذوالکلاع۔ حوشب۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرفداری میں قتل کئے گئے اور حضرت عمار خلیفۃ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہ کی ہمراہی میں مقتول ہوئے۔ ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل جو ایک بہت بڑے فاضل وکامل محدث تھے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خیمہ قائم ہے۔ میں نے سوال کیا یہ کس کے لئے ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ ذوالکلاع کیلئے اور حوشب کے لئے۔ میں نے کہا حضرت عمار وغیرہ کہاں ہیں جواب ملا کہ یہ تمہارے سامنے ہیں۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ ان حضرات نے تو آپس میں مقاتلہ کیا تھا جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت وسیع ہے۔ يغفر من يشاء ويعذب من يشاء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حذیفہ بن یمان رضؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن عباس۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب وغیرہ اکابر آپسے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب۔ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ احد میں چھوٹے

اس لئے جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ خندق۔ بیعت رضوان اور بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ عائشہ۔ حفصہ۔ سعید۔ بلال۔ زید بن ثابت۔ صہیب رومی۔ ابن مسعود۔ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم سے آپ کی مرویات کتب احادیث میں بہت ہیں۔ اس کے علاوہ ایک جماعت کثیر نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ کتب حدیث آپ کی روایتوں سے مملو ہیں اجلہ صحابہ آپکے فضائل وکمالات کے معترف ہیں ابن مسعود فرماتے ہیں قریش کے تمام نوجوانوں میں عبد اللہ بن عمرؓ کو اپنے نفس پر زیادہ قابو ہے۔ جابر کا قول ہے کہ ابن عمرؓ کے سوا دنیا نے سب کو مائل کر لیا۔ جس دن حضرت ابن عمر کی وفات ہوئی تو ابن مسیب نے فرمایا۔ کہ اب روئے زمین پر کوئی قابل ملاقات نہ رہا۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ ابن عمر کی عقل ورائے کے مقابل ہم کسی کو نہیں پاتے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ۶۰ سال تک فتویٰ دیا عدل ومعرفت، جہاد وعبادت، ایثار وقربانی وغیرہ اوصاف حمیدہ کے آپ جامع تھے۔ اپنی زندگی میں ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کئے۔ تمسک بالسنت میں آپ درجہ علیا رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو رجل صالح فرمایا ہے۔ آپ فتح مصر میں شریک تھے ۷۳ھ میں جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اصحاب صفہ کے اسماء واعداد کے متعلق جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے ایک سو ایک ۱۰۱ لکھا ہے۔ حضرت شیخ الطلباء فرماتے ہیں کہ ۷۰ اصحاب صفہ کو میں نے اس حالت میں دیکھا ہے کہ ان کے پاس تن ڈھانکنے کو لباس نہ تھا۔ یہی معمولی سا تہبند یا چادر تھی جس سے ستر عورت کر لیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الطلباء غزوہ خیبر ۷ھ کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے ٤ ۴ھ میں واقعہ بیر معونہ ہوا۔ اس روح فرسا حادثہ میں ۷۰ قراء صحابہ کو نہایت بیدردی سے شہید کیا گیا۔ یہ شہدائے بیر معونہ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب صفہ کی تعداد ایک سو چالیس تھی۔ علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی بعض اوقات ۷۰ اور اس سے زائد بھی ہوتے تھے اور ہوتا یہ تھا کہ طلبائے گرامی تحصیل علم ومعرفت کے شوق میں آتے اور حسب مقدرت دار الاقامہ یعنی صفہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قیام پذیر ہوتے۔ اور قاسم مطلق صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیض درجت سے سرفراز ہوتے اور علوم وحکم سے اپنے اپنے دامن بھر کر کامران وکامیاب وطن کو مراجعت فرماتے۔ بعض حضرات تحصیل کے بعد مبتلی ہو جاتے اور بعض مشاہدہ وغزوات میں کام آتے۔ (باقی آئندہ)

٤ وہ اپنی روایت بیان فرماتے ہیں کہ ۷۰ اصحاب صفہ کو ابو حضرت شیخ الطلبہ کے شرف باسلام ہونے سے قبل ۴ھ ...

سیاسی روزنامچہ

ازادارہ

۸ر اکتوبر۔ قاہرہ میں موتمر اسلامی کی عظیم الشان کانفرنس مسئلہ فلسطین کے حل تلاش کرنے کے سلسلہ میں منعقد ہوئی۔

بعض اخبارات کی غلط اشاعت پر کہ حضرت علامہ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ مدح صحابہ کے مسئلہ میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہونے کی وجہ سے کانگرس سے استعفےٰ دینے والے ہیں مولانا نے اپنا تردیدی بیان وجاہت علی صاحب سکریٹری شعبہ نشر و اشاعت صوبہ کانگرس کمیٹی کو ارسال فرمایا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

محترم المقام زاد مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف۔ والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ کانگرس سے جدا ہونے کا تو مجھے ابتک خیال بھی نہ آیا۔ اور نہ میں اس کو مسلمانوں اور ہندوستانیوں کے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔ بلکہ اس سے جدا رہنا میں مسلمانوں کے لئے ناجائز اور مضر سمجھتا ہوں۔ ابھی تک یہی خیال ہے۔ آئندہ کی خبر خدا جانے۔ ہاں مسلم حقوق کے لئے وہاں رہ کر جدو جہد کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ اشاعت جس کو آپ تک پہنچایا گیا ہے یاروں کا پروپگنڈا ہے والسلام۔ ننگ اسلاف۔ حسین احمد۔ ۱۱ر شعبان ۵۷ھ (منقول از مدینہ" ۲۸ر اکتوبر ۳۸ء)

۳۱ر اکتوبر۔ ہانگ کانگ۔ جاپان نے چین کو جو شرائط صلح پیش کی ہیں۔ ان میں سے دو خاص یہ ہیں کہ جنرل چیانگ کائی شیک سے کوئی واسطہ نہ رکھا جائے اور جاپانی فوجیں اتنے طویل عرصہ تک چین میں رہیں جب تک جاپان کے خلاف اور کمیونیزم کے حق میں پروپیگنڈا ختم نہ ہو جائے۔

یکم نومبر۔ کراچی۔ سر عبداللہ ہارون۔ ممبر مرکزی اسمبلی نے جو کہ سندھ مسلم لیگ کے ایک سرکردہ رکن بھی ہیں۔ ایک بیان برائے اشاعت پریس کو دیا ہے۔ جس میں حکومت برطانیہ کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ دو علیحدہ فیڈریشن قایم کئے جائیں اور والیان ریاست سے نیز ہندوستان و برطانیہ کے مدبروں سے یہ اپیل کی گئی ہے کہ وہ اس تجویز پر غور کریں۔

۲ر نومبر۔ برلن۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ پولینڈ اور زیکوسلاویکیہ کے درمیان سرحد کے

متعلق سمجھوتہ ہو گیا ہے۔

۱۲ر نومبر۔ دہلی۔ شب کے ۹ بجے کی ٹرین سے حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند جو کہ قاہرہ کانگرس میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے تھے واپس تشریف لائے۔

مراد آباد۔ قاہرہ کانگرس میں شرکت کے بعد حضرت مولانا عبدالحق مدنی مراد آباد اسٹیشن پر ۲ بجے پہنچے۔ ہزاروں مسلمانوں کا ہجوم اسٹیشن پر موجود تھا جس نے فلک شگاف نعروں سے مولانا کا استقبال کیا

برطانیہ اور اطالیہ کے درمیان جس معاہدہ پر ۱۶ اپریل سے عمل کرنے کی تجویز ہوئی ہے اس پر ۸ مارچ کو دستخط ہوئے تھے۔ اس معاہدہ کی بڑی بڑی شرطیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بحیرہ روم اور بحر احمر پر واقع علاقوں میں جو اہم فوجی اور انتظامی کارروائیاں عمل میں لائی جائیں۔ ان کے متعلق اطلاعات کا تبادلہ مقررہ اوقات میں کیا جائے۔ جدید بحری اور فضائی مستقر قائم کرنے کی اطلاع ایک دوسرے کو قبل از وقت دے دی جائے بحیرۂ روم کے سلسلہ میں سابقہ حالت کو برقرار رکھا جائے۔

۲۔ اطالیہ ہسپانیہ میں اپنے تمام ملکی سیاسی یا اقتصادی مقاصد سے دست بردار ہو جائے۔

۳۔ برطانیہ حبشہ پر اطالوی تسلط تسلیم کرے۔

۴۔ مرکزی ایشیا اور مشرق قریب میں پروپیگنڈا ترک کر دیا جائے۔ لیبیا سے ۱۰۰۰ فی ہفتہ کی رفتار سے اطالوی فوجیں نکال لی جائیں۔

۵۔ نہر سویز جنگ و امن کے زمانوں میں سب کے لئے کھلی رہے اور بحر احمر کے کسی جزیرہ پر فریقین کی طرف سے قلعہ بندی نہ کی جائے۔

۶۔ حبشہ کے متعلق اطالیہ نے اقرار کیا ہے کہ جھیل ساناکو نہیں چھیڑیگا۔ جہاں سے سوڈان میں پانی جاتا ہے۔ نیز حبشہ اور اطالوی شمالی لینڈ کے باشندوں کو مسلح نہیں کرے گا۔ علاوہ ازیں حبشہ کے معاملہ میں سوڈان اور برطانوی شمالی لینڈ کی سرحدوں کی وضاحت کی جائے گی۔

۷۔ عرب میں برطانیہ اور اطالیہ کے خاص مفاد کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور اطالوی جہازوں اور باشندوں کو عدن کی بندرگاہ کو استعمال کرنے کی اجازت ہو گی۔

فلسفہ ایمان گذشتہ سے پیوستہ

ہدایتِ کبریٰ

(از حضرت مولانا کفیل احمد صاحب فاروقی استاذ جامعۃ القرآن بجنور)

نتائج و عبر

الغرض ان تمام آیات میں ادنیٰ تامل کے بعد ہم مفصلۂ ذیل نظریات پر بخوبی پہنچ سکتے ہیں:۔

(۱) اس عالم خلق میں مادہ کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جس کو "امر" کہتے ہیں۔ اس کا نزول عالم بالا سے ہے۔ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ اسی امر کو ہم حق تعالیٰ کی صفت قدیمہ کلام یعنی "کُنْ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اور یہی امر دراصل عالم کی روح حیات ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ط

(۲) یہ ممکن ہے کہ امر الٰہی اپنے آمر سے صادر ہو کر جوہر مجرد یا جسم لطیف کے لباس میں متعدد امور وارواح کی صورتیں اختیار کرلے یا ملک اکبر بلکہ نورانی بشر کی شکل میں متمثل ہو جائے۔ مگر بایں ہمہ سب کا مرجع "امر ازلی" بلکہ ذات احدیت ہی ہوگا۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ۔ فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا۔ اَلَا اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ط

(۳) مرکز حکم فقط رب العالمین ہے۔ کیونکہ وہی دراصل آمر اور تمام کائنات کا خالق ومالک ہے۔ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط وہی عرش اعظم پر مستوی ہو کر ہر مخلوق پر کامل استیلاء رکھتا ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ اسی کے لئے فطری طور پر زمین و آسمان نے تکوینی احکام کو خوشی سے قبول کر لیا ہے۔ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا قَالَتَا اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ

بامر حق وجود از عدم نقش بست ۔ کہ داند جز او کردن از نیست ہست

پرستار امرش ہمہ چیز و کس ۔ بنی آدم و مرغ و مور و مگس

(۴) اصل مذکور سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ جب مرکز حکم صرف باری تعالیٰ ہے اور مطابق فطرت کے زمین و آسمان نے اپنے خالق کی اطاعت قبول کرلی ہے تو پھر انسان کے لئے محض ظلی سلطنت یعنی تنفیذی قوت تسلیم کی جا سکتی ہے۔ یہ قانون الٰہی کا اجراء تو کر سکتا ہے۔ لیکن اپنی جانب سے غیر فطری

قانون وضع کرکے اُس کو نافذ نہیں کرسکتا۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین الآیۃ اسی لئے آیات و نصوص کی شہادت میں ہم دعویٰ کرسکتے ہیں کہ یہ نیابتی حکومت ذاتی طور پر نبیین صدیقین، شہداء، صالحین کا حق ہے۔ کیونکہ نبی قانون الٰہی کو سب سے زیادہ سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور پھر صدیق ہی نبی سے قوۃ علمیہ میں اور شہید قوۃ عملیہ میں قوی مشابہت رکھتا ہے۔ بنابریں ایک ایماندار و فرماں بردار بندہ ہی کو یہ کہنے کا صحیح استحقاق ہے "ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست"

حق جہاں را قسمت نیکاں شمرد — جلوہ اش با دیدۂ مومن شمرد
نائب حق در جہاں آدم شود — بر عناصر حکم او محکم شود

(۵) روح کا مبدأ باری تعالیٰ کی صنعت قدیمہ کلام ہے جو کہ صفت علم کے تابع ہے۔ کیونکہ کلام انشائی "کن" ہی اپنے مخاطب کی روح ہے۔ اور اسی کی تفسیر "امر ربی" سے کی گئی ہے۔ قل الروح من امر ربی۔ یلقی الروح من امرہ الآیۃ

(۶) کلام الٰہی یعنی وحی بلاشبہ روح عظیم ہے۔ کیونکہ یہی روح کا مبدا اور تکوین وجود کی علت ہے اور اسی کی وجہ سے ہر مخلوق پر حسب استعداد عمل کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ پس اس کا مخاطب جس حد تک غرض خطاب کو پورا کریگا زندہ رہے گا۔ اور جس حد تک بعد اختیار کریگا مردہ یا قریب المرگ کہلائیگا۔ ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہ۔ قال ربنا الذی اعطٰی کل شیٔ خلقہ ثم ھدٰی۔

(۷) نوع انسان میں خاتم النبیین پر تمام علمی کمالات ختم ہوچکے ہیں۔ اور ایمان کے اقصیٰ مراتب بہ قرآن مجید کے ذریعہ آپ پہنچ چکے ہیں۔ لہٰذا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تمام ارواح کی مربی اور روح اعظم ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اپنے علمی اعجاز کے اعتبار سے مکمل ارواح اور تمام کتب سماویہ کی روح رواں ہے پس اب کارگاہ فطرت کا اعتدال و تسویہ، تقدیر و تصویر اسی کی ہدایت کبریٰ و رہنمائی کے تحت میں ممکن ہے۔ اور نظام مطلوب فقط آیات قرآنی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان الآیۃ۔ سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق فسوی۔ والذی قدر فھدی

عالم ہمہ کتابے است پر از حکمت و داد — صحاف قضاء و جلد او بدء و معاد

شیرازہ شریعت چہ مذاہب او راق امت ہمہ شاگرد و پیمبر اُستاد

(۸) عالم مادیات روحانی کائنات سے زندہ اور روحانی کائنات امرالٰہی سے پایندہ ہے کیونکہ ہر شئی اپنے کون و وجود میں کلام انشائی "کن" کی محتاج ہے۔ اور یہی امر حقیقی مختلف امور و ارواح کی اشکال میں متمثل ہو کر تمام مادیات میں حسب مراتب زندگی بخشتا ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون ط۔ یہی وجہ ہے کہ ملائکہ اور ارواح کا مرکز اعلیٰ کی جانب آخری عروج یقیناً عالم کی موت اکبر کا دن ہے۔ تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ اُن کا نزول عالم سفل کی طرف ہزارہا امن و سلام کا موجب۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر۔ لیلۃ القدر خیر من الف شہر تنزل الملئکۃ والروح فیہا الآیۃ

(۹) چونکہ مبدأ روح کلام الٰہی ہے۔ کلام الٰہی اور قرآن مجید کی شکل میں اصل ہدایت بن کر ہمارے سامنے موجود ہے۔

اس لئے ہمارا یقین ہے کہ یہ تکوینی و تشریعی نظام قیامت تک فطری طور پر اب فقط قرآن مجید کے ماتحت چل سکتا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اسی مقدس کتاب کے ذریعہ علم و عمل کی راہیں ہم پر کھل سکتی ہیں اور اسی نور مبین کی بدولت ہماری اجتماعی زندگی کا ہر پہلو روشن ہو سکتا ہے اور اسی آسمانی نسخہ کے باعث ہماری روحانی بیماریوں کا علاج اور معنوی نقائص کی اصلاح ممکن ہے۔ اور اسی وحی ربانی کی وجہ سے منزل مقصود تک ہماری رسائی ہو سکتی ہے ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

(۱۰) غالباً اسی وجہ سے خلیفہ راشد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان قریبی ساعات میں کہ روح اعظم اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف عروج کرنے والی تھی۔ یہ ارشاد فرما کر حسبنا کتاب اللہ اسی حقیقت کبریٰ کی جانب اشارہ فرمایا ہے گویا فی الحال دنیا سے روح امری کی بشری تصویر مرتفع ہو رہی ہے لیکن اس کی تمثالی تنویر قیامت تک نور افشاں رہیگی" انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور اسی تمثالی تنویر کی تجلیات میں طالبان حقیقت صورت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کے خط و خال

کو روشن طریقہ پر مشاہدہ کر سکیں گے۔ کان خلقہ القرآن اور اسی نور مبین کی روشنی میں نہ صرف ارضی معاملات فیصلہ ہوں گے بلکہ آسمانی امور بھی قیامت تک اسی کے مطابق سرانجام پاتے رہیں گے

ملت از آئین حق گیرد نظام ॥ از نظام محکمے خیزد دوام

تبصرہ | بالجملہ ہماری ترقی و تنزل کا راز فقط قرآن مجید و فرقان حمید کی اطاعت و عدم اطاعت میں مضمر ہے ان اللہ یرفع بهذا الکتاب اقواما و یضع آخرین ہ کیونکہ اب یہی مقدس کتاب آمر مطلق اور شہنشاہ برحق کا فطری قانون اور حیات اجتماعی کے حصول کا واحد دستور العمل ہے۔ ہم اگر چاہتے ہیں کہ مادیات و روحانیات پر اپنا قبضہ کریں تو اس کی عمدہ صورت یہی ہے کہ صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کی طرح اطاعت رسول و اتباع قرآن مجید کو لازمی قرار دیں۔ و من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم الآیۃ اور اپنے ظن و تخمین کو علم یقینی و قطعی کے تابع کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔ ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل

چو در کعبہ رویت نہ بینم چہ حاصل ॥ ز طی بیابان و قطع بوادی۔

مکالمہ

وجود خالق عزوجل کے متعلق فلسفی دلائل

گذشتہ نمبر میں سوالات شائع ہو چکے ہیں۔ اب جوابات ملاحظہ فرمائیے۔ (واللہ الملہم للسداد) محمد میاں

خلیل۔ مجھے اعتراف ہے کہ انکار خدا کے متعلق جناب نے پوری کاوش سے کام لیا۔

اچھا فرض کرلو کہ مشاہدات کی تمام رنگا رنگی محض صورتوں کے الٹ پھیر کا نتیجہ ہے۔ مادہ جوں کا توں رہتا ہے[1]۔ فرض کرلو کہ مادہ۔ حرکت۔ قوت۔ یا "الیکٹرن اور انرجی" ان تمام چیزوں کی اصل ہے۔ یہ بھی فرض کرلو کہ ڈارون۔ اصل میں ادنیٰ ترین کیڑا تھا۔ جو رفتہ رفتہ بندر بنا۔ پھر ڈارون کی شکل میں نمودار ہوا۔

مگر عزیز محترم غور فرمائیے آپ خود وجود خدا کے اعتراف پر مجبور ہو رہے ہیں۔ دیکھئے حرکت کے معنی ہیں ایک چیز کا دو آن یعنی دو لمحوں میں دو جگہ ہونا۔ یعنی کوئی چیز جس آن میں ایک جگہ تھی۔ اگر دوسری آن میں بھی وہ اسی جگہ رہی تو سکون کہلاتا ہے۔ ورنہ وہ حرکت ہے اب لامحالہ حرکت کے لئے دو چیزیں ضروری ہوگئیں۔ جگہ اور زمانہ۔

(۱) تو پہلا سوال تو یہ ہے کہ ان ومیقراطیسی اجزا کے لئے وہ جگہ اور وہ زمانہ کہاں سے آیا؟

(۲) دوم۔ مادہ اور قوت اور حرکت۔ ان تینوں کو ایک تو کہا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ مادہ ایک مستقل چیز ہے اور حرکت اور قوت غیر مستقل۔ جو دوسری چیز کے ساتھ لگ کر ہی وجود میں آسکتی ہیں۔ بذات خود موجود نہیں ہو سکتیں۔ تو لامحالہ اول مادہ ہوگا تب ہی اس کے ساتھ حرکت اور قوت کا اتصال ہو سکتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ مادہ سے پہلے حرکت اور قوت موجود ہو جائیں لیکن اس صورت میں آپ مادہ ہی کو قدیم کہہ سکتے ہیں۔ یعنی جو نیست سے ہست نہ ہو۔ حرکت

[1] اگرچہ علماء کی ایک جماعت دلائل کے ساتھ تجدد امثال کی قائل ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر آن میں تمام چیزیں فنا ہو جاتی ہیں اور پھر پیدا ہو جاتی ہیں۔ باقی یہ تمام سلسلہ جو متواتر اور مسلسل نظر آرہا ہے محض فریب نظر ہے۔ اسکی مثال شعلہ کی تیز گردش ہے۔ اگر شعلہ کو تیزی سے گھمایا جائے تو آگ کا ایک دائرہ نظر آئیگا۔ حالانکہ وہاں صرف ایک شعلہ ہے اس صورت پر معترض صاحب کو اولاً یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ان چیزوں کا وجود فی الواقع مسلسل ہے۔ ۱۲ محمد میاں

اور قوت کو آپ پہلے نیست مانیں گے اور وجود مادہ کے بعد ان کا وجود تسلیم کریں گے۔

اب دوسرا سوال یہ ہوا کہ حرکت اور قوت کو کس نے پیدا کیا ؟

یہ ہو نہیں سکتا کہ خود مادہ یا دیمقراطیسی اجزا نے حرکت یا قوت کو پیدا کر دیا ہو۔ کیونکہ وہ خود بے حس و بے حرکت اور بے شعور ہے۔ اور خلق یعنی پیدا کرنے کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ نیز یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ حرکت اور قوت خود بخود مادہ سے پیدا ہو گئی ہوں۔ کیونکہ مادہ اور چیز ہے۔ حرکت اور قوت اور چیز۔ اور کسی چیز سے اس کے ہم جنس ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ پتھر سے آدمی کبھی نہیں پیدا ہوا۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ تینوں ازل سے ساتھ ساتھ ہیں۔ تو حرکت اور قوت کو بھی ازلی ماننا پڑیگا۔ جو عقل اور مشاہدہ کے برخلاف ہے۔

اور پھر جب یہ بھی ازلی اور خود سے پیدا شدہ قدیم اور مستقل ہوں تو آخر ان مستقل چیزوں کو کس نے جمع کر دیا۔ کیونکہ جو اپنے وجود میں مستقل ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی دوسرے کا تابع اور اس کے وجود پر موقوف کیوں ہو؟

(۳) دو یا تین یا چار کے یہ معنی ہیں کہ چند چیزوں میں چند حدود ہیں جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دیتے ہیں۔ کہ ان کو ایک نہیں کہا جا سکتا۔ اگر یہ حدود نہ ہوں تو پھر دو یا تین نہیں ہوتے۔ بلکہ ایک ہی کہا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان تینوں کے درمیان وہ حدود جنہوں نے ان کو تین کیا یعنی امتیازات کی بنا پر ان کو تین کیا جاتا ہے۔ وہ کہاں سے آئے۔ اور اگر ایسے امتیازات نہیں ہیں تو پھر تین کہنا غلط۔ نیز ماننا پڑے گا کہ ایک ہی چیز مستقل بھی ہو غیر مستقل بھی۔ حادث بھی ہو۔ قدیم بھی۔

(۴) دیمقراطیسی اجزاء کی مثال۔ ہم ان ذرات سے دیکھتے ہیں جو آفتاب کی روشنی میں نظر آتے ہیں۔ جب کہ کسی روشندان سے کمرہ کے اندر کچھ کرنیں آ رہی ہوں۔

آپ کہتے ہیں کہ اس قسم کے اجزاء قدیم ہیں اور وہی تمام کائنات کی اصل ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ کہ کسی ایک کو قدیم اور خالق مختار ماننے کے بجائے اس قسم کے ان گنت اجزاء کو قدیم ماننا عقل سے قطعاً بعید ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ جو چیزیں مادی نہیں وہ کہاں سے آئیں۔ مثلاً عقل۔ روح۔ وغیرہ۔

یہ دونوں چیزیں بلاشبہ مادہ سے پاک ہیں۔ اسی طرح اخلاق کے متعلق سوال ہوگا

اگر یہ کہا جائے کہ عقل اور روح انہیں اجزاء کی ایک قسم کی چمک کا نام ہے۔ تو پھر ہر چیز میں عقل مساوی درجہ کی ہونی چاہئے۔ انسان کے ساتھ یہ خصوصیت کیوں؟

علاوہ ازیں یہ کیسے ہوگیا کہ کچھ تو ایسے روشن کہ جزء آفتاب ماہتاب بن کر عالمتاب ہیں۔ لاکھوں میل تک اپنی روشنی پھینکیں اور کچھ ایسے تاریک کہ دوسروں کی روشنی کو بھی ہضم کر جائیں ـــ کچھ گرم۔ کچھ سرد۔ کچھ سیال۔ کچھ منجمد۔ آخر یہ خاصیتیں۔ یہ اوصاف۔ یہ تمام تاثیرات کہاں سے آئیں۔ چیز ایک ہی ہے۔ تو یہ اختلاف کیوں پیدا ہوا ـــ باوجودیکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آگ صرف جلا ہی سکتی ہے۔ پانی صرف تر ہی کرسکتا ہے۔ حالانکہ وہ بہت سے اجزاء سے مرکب مانا جاتا ہے۔ تو پھر یہ دیمقراطیسی اجزاء جو فطرتاً ایک ہی قسم اور ایک ہی خاصیت کے مالک ہیں وہ اس طرح مختلف اور مخالف خاصیتوں پر کس طرح حاوی ہوگئے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ خود اُن کی طبیعتوں میں اختلاف تھا۔ کچھ فطرتاً گرم اور چمکدار تھے وہ آفتاب کے اجزا بن گئے۔ کچھ سرد اور رقیق تھے وہ پانی بن گئے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سوال کہ دیمقراطیسی اجزاء کی فطرت میں یہ اختلاف کیوں ہوا اور پھر ایسا کیوں ہوا کہ روشن اور گرم اجزا سارے آفتاب میں ہی جاملے کچھ پتھروں اور سمندروں میں کیوں نہ آگئے۔ یا اس کا اُلٹا کیوں نہ ہوا۔

(۵) اچھا ذرا اور غور کرو۔ یہ دیمقراطیسی اجزاء تو کروڑوں۔ اربوں ہوں گے۔ تم خود قائل ہو ایک دوسرے سے الگ بکھرے ہوئے منتشر تھے۔ تو لامحالہ ہر ایک کی ایک ایک حد ایک ایک شکل ہوگی۔ تو اب بتائے کہ یہ شکلیں اور یہ حدود کہاں سے آئیں

(۶) دنیا میں اربوں انسان ہیں مگر ایک بھی دوسری کا ہمشکل نہیں۔ حالانکہ ہم پھولوں اور پھلوں کو ایک جیسا اور ایک دوسرے کے ہمشکل پاتے ہیں۔ انڈے سب ایک شکل کے ہیں بچے ہر ایک دوسرے سے جدا۔ تو آخر انسانی اور حیوانی شکلوں میں اختلاف اور انسانی شکلوں میں یکسانیت کہاں سے آئی؟

(۷) آپ دنیا بھر کے ذہین عقلا اور ڈاکٹروں کو اکٹھا کر کے اُن سے انسانوں کی فرضی مورتیاں بنوائے۔ ہر شخص سو پچاس صورت کی مورتیاں بنا کر تھک جائیگا۔ اس کا تخیل اس کے آگے کسی اور نئی شکل کی مورتی نہیں بنا سکیگا۔ یہ تمام ڈاکٹر یا انجینیر ملکر لاکھ دو لاکھ یا کروڑ دو کروڑ شکل کی مورتیاں

بنالیں گے۔ اور اپنی قوت ایجاد ختم کر بیٹھیں گے۔ تو سوال یہ ہے کہ ان دمیغر غیبی اجزا میں یہ قوت عقلیہ یہ قوت فکر یہ کہاں سے پیدا ہو گئی۔ جو کبھی عاجز نہیں ہوتی۔ ایک زمانہ کے اربوں انسانوں اور پھر آغاز دنیا سے لیکر آج تک کے اربہا ارب انسانوں کو کسی ایک میدان میں اکٹھا کر لو۔ اور ہر ایک کی صورت تاکو۔ جدا جدا پاؤ گے۔ حالانکہ مادہ ایک اور سبب پیدائش ایک۔ اگر دنیا کی حالت ایک نیچرل مشین کی تھی تو مشین تو ایک ہی قسم کی چیزیں ایک ہی صورت کی ڈھالا کرتی ہے۔ یہ اختلاف صورتوں میں

(۸) صرف شکل ہی نہیں۔ لطف یہ ہے کہ سینہ۔ پھیپھڑا۔ حلق۔ زبان وغیرہ ایک ہی قسم کے مگر آوازوں میں کھلا ہوا اختلاف۔ ایکدوسرے کی آواز میں بہت کچھ تفاوت۔ حالانکہ عقلاء زمانہ کے بنائے ہوئے ہارمونیم کی آواز ایک۔ وہ اگر چاہیں بھی تو سو دو سو سے زیادہ مختلف قسم کے باجے نہیں بنا سکتے

(۹) شکل وصورت کے اختلاف کی طرح افکار۔ خیالات۔ اخلاق۔ میں بھی اختلاف۔ اگر ان کا تعلق محض مادہ سے ہوتا۔ تو دو شخص جو قوت اعضا اور ظاہری ڈیل ڈول میں مشابہ ہوتے ہیں، اخلاق میں بھی مماثل ہوتے۔ حالانکہ مشاہدات اس کے برخلاف ہیں۔ ایک پتلا دبلا آدمی نہایت ذہین۔ عقلمند۔ بہادر اور چیت دوسرا اس کے برعکس ـــ حالانکہ صحت قوت جسمانی دونوں کی ایک جیسی۔ ایک تنومند قوی آدمی نہایت مدبر۔ حلیم۔ متواضع اور منکسر۔ دوسرا اسی جیسا مگر نہایت غصہ ور بے وقوف۔ الکڑ وغیرہ۔

(باقی آئندہ) محمد میاں عفی عنہ

(ترجمہ اردو)

فِیۡہِ مَا فِیۡہِ

یعنی ملفوظات مولانا جلال الدین رومی۔ از مولانا حافظ محمد یوسف صاحب انصاری بتصحیح و نظر ثانی

حضرت علامہ مولانا سید فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ علی سیدنا محمد والہ اجمعین۔ اما بعد۔

یہ رسالہ موسومہ "فیہ ما فیہ" مولانا جلال الدین محمد بلخی معروف مولانا رومی کے ملفوظات ہیں۔ جو سلطان بہاء الدین ولد نے وقتاً فوقتاً آپ کی مجالس میں قلمبند فرمائے۔

نسب مولانا جلال الدین کا سلسلہ نسب والد بزرگوار کی طرف سے حضرت ابا بکر صدیق تک پہنچتا ہے اور ننہالی سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہٗ سے جا ملتا ہے۔

والد ماجد سلطان بہاء الدین محمد مشہور "بولد" بلخ کے رہنے والے تھے۔ علم و فضل زہد و تقویٰ اور طریقت میں کامل تھے۔ سلطان محمد خوارزم شاہ کے زمانہ میں فن فتویٰ نویسی میں کوئی اُن کا مثل نہ تھا۔ بلخ کے مفتیوں نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور مولانا بہاؤ الدین خیمہ کے دروازہ سے اندر تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے پہلو میں برابر بٹھالیا۔ اور مفتیوں سے ارشاد فرمایا کہ اب سے مولانا بہاء الدین کو سلطان العلماء کہا کیجئے۔ دوسرے دن تمام مفتی جمع ہوکر مولانا بہاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاکہ خواب عرض کریں۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہیں مولانا بہاؤ الدین نے کل خواب اُن سے خود ہی سنا دیا۔ وہ اور بھی متحیر ہوئے۔ اسی طرح جب بلخ میں وعظ فرماتے۔ تو۔ لوگوں کے دلوں میں جو شبہات اور وسوسے گزرتے اُن کو بیان فرما دیتے۔ کچھ عرصہ کے بعد مولانا کی طبیعت محمد خوارزم شاہ اور اہل بلخ سے کبیدہ ہوگئی۔ اشارۂ غیبی پاکر بہمراہی مولانا جلال الدین و دیگر صاحبزادگان بارادہ حج بیت اللہ بلخ سے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں خبر ملی کہ تاتاریوں نے بلخ پر حملہ کرکے بہت خونریزی کی اور شہر کو ویران کردیا۔ شعر

تا دل اہل دل نیاید بدرد ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

(ترجمہ) تا وقتیکہ کسی ولی اللہ کے دل کو صدمہ نہ پہنچے کسی قوم کو خدا رسوا نہیں کرتا۔

القصہ بعد ادائے فریضۂ حج مولانا روم کی طرف روانہ ہوئے۔ اور قونیہ کو سکونت کے لیے منتخب فرمایا۔ اہل قونیہ نے جب مولانا کی صورت وسیرت اور کرامتیں دیکھیں۔ وعظ سنا۔ اور حالات سے باخبر ہوئے تب یکبارگی مطیع ہو گئے یہاں تک کہ سلطان علاؤالدین بھی زمرۂ مریدان میں داخل ہو گئے۔ دو سال بعد مولانا کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان علاؤالدین اور اکابر قونیہ نے جمع ہو کر مولانا جلال الدین کو بجائے والد بزرگوار مسند نشین کیا۔ اور اب مولانا کی مجلس سے مستفیض ہوتے سید برہان الدین محقق ترمذی۔ جو ایام جوانی میں ترمذ سے بلخ آئے تھے۔ مولانا بہاؤالدین کی کرامات دیکھ کر بیعت ہو گئے۔ اور درجۂ قطب الاقطاب پر فائز ہوئے۔ مولانا بہاؤالدین نے جب بلخ سے ہجرت فرمائی تھی تو یہ بلخ میں موجود نہیں تھے۔ بعد مدت دراز بلخ میں پھر آئے تو حالات معلوم کر کے قونیہ روانہ ہو گئے۔ قونیہ جب پہنچے تو مولانا بہاؤالدین کے وصال کو ایک سال گزر چکا تھا۔ اور مولانا جلال الدین بجائے والد بزرگوار مسند نشین تھے۔ چند ہی صحبتوں میں سید برہان الدین نے معلوم کر لیا کہ علوم ظاہری میں مولانا کامل ہیں۔ چنانچہ مولانا سے فرمایا کہ اگرچہ علم ظاہر میں آپ جانشین والد بزرگوار ہیں۔ لیکن حضرت والد صاحب علاوہ علوم ظاہر کے دوسری نعمتوں سے بھی مالامال تھے۔ وہ نعمتیں پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتیں۔ بلکہ خود برتنے اور کرنے سے آتی ہیں۔ تمہارے والد صاحب سے وہ مجھے پہنچی ہیں۔ اگر مرید ہو جاؤ تو مراد ملجائے۔ مولانا جلال الدین برغبت مرید ہوئے اور نو سال خدمت میں رہے یہاں تک کہ سید برہان الدین کا وصال ہو گیا۔ پانچ سال بعد شمس الدین تبریزی کے پاس پہنچے۔ عرصہ تک مولانا سے ارادتمند رہے۔ شمس الدین کے غائب ہو جانے پر ایک مدت صلاح الدین زرکوب کی خدمت میں گزاری اور چلپی حسام الدین کے پاس مولانا نے وفات پائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث شریف۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ شر العلماء من زار الامراء و خیر الامراء من زار العلماء۔ نعم الامیر علی باب الفقیر و بئس الفقیر علی باب الامیر۔

(ترجمہ) بدتر عالم وہ ہے جو امرا کی ملاقات کو جائے۔ اور بہتر امیر وہ ہے جو فقیر کی زیارت کو جائے۔ بہتر ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر ہو۔ اور بدتر ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو۔ (سنن ابن ماجہ)

عام طور پر اس حدیث کے ظاہری معنی لئے گئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ عالم کو امیر کے پاس نہ جانا چاہیئے۔ ورنہ وہ منتر در علماء میں شمار ہوگا۔ یہ معنی صحیح نہیں ہیں۔ اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص امراء سے امداد لے جنکی موعظت و تلقین محض بواسطۂ امراء ہو۔ اس کا جامۂ پارسائی امراء کے خیال سے ہو۔ اس نے علم بھی اسی خیال سے حاصل کیا ہو کہ امراء عزت کریں۔ اور عہدہ و انعام دیں محض امراء کے دکھلانے کے لئے اپنی اصلاح کرتا ہے۔ اور ان کے ڈر سے مرعوب ہو کر ان کے اشارۂ ابرو پر کام کرتا ہے۔ ایسا عالم خواہ امیر اس سے ملنے آئے خواہ وہ امیر سے ملنے جائے۔ بہر صورت وہ عالم ہی زیارت کو جانے والا سمجھا جائیگا۔ اور امیر مزور و میزبان کہا جائے گا۔ بخلاف اس کے جس شخص نے علم محض خدا کے لئے حاصل کیا۔ اور عمل و صلاح بھی خدا کے واسطے کرتا ہو۔ نیک اعمال اس کی طبیعت ثانیہ بنگئی ہو۔ اس حد تک کہ خلاف کی قدرت نہ ہو۔ علم اس کے لئے اتنا ہی ضروری ہو جتنا کہ مچھلی کیلئے پانی۔ ایسے عالم امراء کے خوف یا دکھلاوے کے لئے اپنی اصلاح یا دوسروں کو تبلیغ نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی رہنما اور ڈرانے والی چیز عقل ہوتی ہے۔ نہ کہ امراء کا خوف۔ بلکہ زمانہ میں سارا عالم ان سے ڈرتا ہے۔ اور ان کا خیال رکھتا ہے اور ان کے نشان قدم اور سایہ (تصانیف وغیرہ) سے ہدایت اور مدد حاصل کرتا ہے خواہ انکو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ ایسے عالم اگر امیروں کے پاس جائیں تو گو بظاہر وہ امراء کے زیارت کنندہ۔ اور امراء کے پاس جانے والے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً زیارت کنندہ وہ امیر ہی رہیگا۔ جس کے پاس یہ عالم جائیں گے۔ کیونکہ مستفید بہر صورت امیر ہی اس عالم سے ہوگا۔ امیر ہی طالب مدد بھی۔ اور عالم اس امیر سے بالکل مستغنی ہے۔ یہ عالم آفتاب کی طرح نور بخش ہوتے ہیں۔ ان کا کام بلا تخصیص عطا و بخشش ہے۔ جیسے کہ آفتاب پتھروں کو لعل و یاقوت بناتا ہے۔ خالی سیپیوں میں دُرّ و مرجان بننے کا سبب ہوتا ہے۔ معدنوں میں تانبا۔ لوہا۔ سونا چاندی بناتا ہے۔ مٹی کو سرسبز و تر و تازہ۔ درختوں کو مختلف میوہ دیتا ہے۔ اس کا کام دینا ہے۔ بخشنا اور لٹانا ہے۔ چنانچہ عرب میں ضرب المثل ہے کہ ہم نے لینا نہیں سیکھا دینا سیکھا ہے یہی حال علماء ربانی کا ہے کہ ان سے امیر غریب سب مستفید ہوتے ہیں۔ وہ کسی سے طالب امداد نہیں ہوتے اور سب سے مستغنی ہیں۔ ایسے عالم بہر صورت مزور اور امراء زائر ہوں گے۔

(باقی آئندہ)

ضروری عرض۔ خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں (مینیجر)

مسلسل

تفسیر مختصر وتبویب سورۂ فاتحہ

سورۂ فاتحہ کی سیاسی تفسیر

(از حضرت علامہ غازی ابوالحامد ... مولانا محمد بن عبداللہ المعروف ملا منصور انصاری دام ظلہم مقیم کابل) (لاحق)

دعوے مدتے است کہ ۔ از طرف یک گروہ مدعی بلند ہنگام امنیت طلبی صدا ء آسمان شگاف بلند کردہ شدہ کہ "در عالم انسانی یگانہ علت شقاق وعناد وبے انسی "مذہب" است - این بزرگان کار بشریت را بدین خیال دور دادن میخواہند کہ امن وسلام بشری را مدام مذہب زیر تہدید خطرناکی گرفتہ خدام امنیت را نمی گزارد کہ در جہاد خدمت امن وسلام خود کامراں گردند۔

ایک مدت سے ایک گروہ کی جانب سے جو امنیت طلبی کا بلند بانگ مدعی ہے - ایک آسمان شگاف صدا بلند کی جا رہی ہے کہ "عالم انسانی میں اختلاف - عناد اور عداوت کی واحد علت "مذہب" ہے" یہ بزرگ جو میدان افکار و تخیلات کے مرد ہیں انسانیت کے فریضہ کو اس خیال کے ساتھ چکرا دینا چاہتے ہیں کہ مذہب انسانی امن و سلامتی کو ہمیشہ ایک خطرناک وحشت انگیزی کی ماتحت رکھکر امن و سلامتی کی خدام کو موقع نہیں دیتا کہ امن و سلامتی کے جہاد میں کامیابی حاصل کر سکیں۔

فلہذا راہ راست ما بر سیدن امن عام صرف اینست کہ (مذہب را یک آن اول تر از حلقۂ انسانی محو دنابود بسازیم تا با امن وسلام بشری یک آن اول ترین قرین شویم)

لہٰذا امن عام تک پہنچنے کا سیدھا راستہ صرف یہی ہے کہ سب سے پہلی آن میں مذہب کو حلقۂ انسانی سے نیست و نابود کر دیں تا کہ جلد سے جلد اور سب سے پہلی آن میں انسانی امن و سلامتی کے مقصد اعظم سے ہم کنار ہو سکیں۔

حقیقت من آوارہ وطن خواہانم کہ درین صحبت بمیزان واقعات روشن حقیقت وصحت دعوے ۔ عیان امن خواہی مذکورہ را بصورت بے خواہانہ ولا غرضانہ بسنجم - واللہ ولی التوفیق۔

حقیقت میں آوارہ از وطن چاہتا ہوں کہ اس صحبت میں بے خواہانہ اور بے غرضانہ طور پر امن خواہی کے دعوے داروں کے دعوے کو روشن واقعات کی ترازو پر تولوں - واللہ الموفق

اگر از جہالت گمراہ کن واغراض سیاہ بلند شدہ برشعلہ تہد۔ قدر اتبادی ... و برگواہی چشمان بینا

اگر ہم گمراہ کن جہالت اور تاریک اغراض سے بلند ہو کر اپنی بینا آنکھوں کی گواہی پر کان دھریں۔

خود گوش بنهیم - بیک تاریخ خواهد شد که از
آغاز عالم تا این دم هر قدر جنگهای خونین
و بربریت های انسانیت سوز بظهور پیوسته
اند همه آنها صرف بتحریک مسائل سیاسی
و آمال حکومت و سلطنت بوده اند و میباشند و بس
تاریخ عمومی عالم انسانی را بر داشته بدقت تمام
مطالعه کنید - آیا بجز از آن غیر از تجاوز مسلح
کدام پادشاه یا بربریت وحشیانه یک دولت
تسلط خواه چیزے بنظر تان میخورد؟
امروز چشم روشن ما پیچیدگیهاء امنیت سوز
اقوام مشرق و مغرب را انگلش و اطالیه کانگرس
و برطانیه - روس والمان - امریکه و جاپان
جرمن و فرانسه - جاپان و برطانیه وغیره
و تصادمهائے خونین احزاب اندلس و جاپان
و چین و کشمکش خونخوارانه پارٹیهاء کمونسٹهائے
روس وغیرہا را برملا می بیند
آیا این واقعه ناقابل انکار نیست؟ که این
همه فتنهاء هستند خالص دولتی و
سیاسی - و در این امن سوزیهائے عتیقه و جدیده
مذهب نتوانسته است که غیر از معصومیت
خویش جرمے را ابراز کند -

ترتیل بھی طرح ثابت ہو جائیگا کہ آغاز عالم سے لیکر اس
وقت تک جتنی خونین لڑائیاں اور جتنی انسانیت سوز
بربریت ظہور پذیر ہوئی ہے - وہ تمام کی تمام
فقط اور صرف سیاسی مسائل اور حکومت و سلطنت
کی آرزوؤں کے باعث ہوتی ہیں اور ہو رہی ہیں
عالم انسانی کی عمومی تاریخ کو اٹھا کر پورے غور سے
مطالعہ کرو کہ آیا کسی بادشاہ کے مسلح ظلم و تعدی
یا کسی تسلط خواہ حکومت کی وحشت نواز بربریت
کے سوا کوئی چیز بھی آپکی نظر میں آتی ہے؟
آج ہماری روشن آنکھ مشرق و مغرب کی اقوام کی
پیچیدگیوں کو اپنی آنکھ ہی دیکھ رہی ہے - برطانیہ
اور اٹلی - کانگرس اور برطانیہ - روس اور جرمنی - امریکہ
اور جاپان - جرمن اور فرانس - جاپان اور برطانیہ
وغیرہ - اور اندلس کی پارٹیوں کا خونین تصادم چین
اور جاپان کی خوفناک جنگ اور اسکی کمیونسٹ پارٹیوں
کی خونخوار کشاکش ہمارے دعوی کیلئے روشن آفتاب کی کرنیں ہیں
کیا یہ واقعہ غیر قابل انکار نہیں ہے کہ تمام فتنے
دولت سرمایہ داری اور خالص سیاست کے فتنے
ہیں - ان تمام پرانی اور نئی امن سوزیوں میں غریب
مذہب اپنی معصومیت کے سوا کوئی جرم
پیش نہیں کرسکا -

(باقی آئندہ)

آئین حکومت اور اسلام

نظامِ حکومت کے اغراض و مقاصد

(ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ سیدنا و مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز)

فن معاملات یعنی انسانی سیاست کا وہ حصہ جو باہمی لین دین - اور اس سلسلہ میں ایکدوسرے کی امداد اور پیشوں کے متعلق بحث کرے۔

(۱)

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان کی ضرورتیں وسیع - اور فطری پر جوا ہش کی گئی کہ ان ضرورتوں کی تکمیل بہتر طرح سے ہو - تو انسان کی ارتقائی فطرت نے مبادلہ - اور معاملہ کی شکل تجویز کی -

انسان - اپنی زندگی میں - کھانے - کپڑے - مکان - وغیرہ مختلف چیزوں کا محتاج ہے - اور وحشت میں تو یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ پہاڑوں کی کھو میں رہا جائے - پتوں سے بدن چھپا لیا جائے - گھاس اور پتیاں کھائی جائیں - مگر انسان کی ترقی پذیر فطرت اسپر قانع نہیں رہ سکتی -

لیکن خورونوش - بودوباش - لباس و پوشاک کے تمام سامان فراہم کرنا - انفرادی طور پر ایک شخص کے بس کی چیز نہیں - ایک انسان - انفرادی طور پر ان میں سے کسی ایک چیز کو پیدا کر سکتا ہے وہ یا کاشتکار ہوگا - یا دستکار - لیکن اب لازمی طور پر یہ صورت ہوگی کہ مثلاً کاشتکار کے پاس غلہ تو ضرورت سے فاضل ہے مگر کپڑا ندارد - اور ایک پارچہ باف کے پاس کپڑا بہت کافی ہے مگر کھانے کے لئے غلہ ندارد -

تو انسانی ضرورتوں نے یہاں افراد میں ایک سمجھوتے کی شکل پیدا کر دی - جس کو "مبادلہ" کہا جاتا ہے یعنی ایک شخص اپنی ضرورت سے فاضل چیز دوسرے کو دیکر اس کے معاوضہ میں ضرورت کی چیز حاصل کرے - اس صورت سے کاشتکار نے غلہ دیکر کپڑا لیا اور پارچہ باف نے کپڑا دیکر غلہ حاصل کیا کاشتکار کی پوشاک درست ہوئی - پارچہ باف کا فاقہ ٹوٹا -

لیکن انسان کی ترقی پذیر طبیعت نے نئی نئی ایجادیں شروع کیں - جس کی طرف لوگوں کے شوق تیزی کے ساتھ بڑھنے لگے - اب اجناس کا اجناس سے مبادلہ مشکل ہو گیا - کیونکہ ایک پارچہ باف مثلاً اس وقت تک نکل سکتا ہے کہ جب تک اس کو خوراک کے لئے اس کی ضرورت ہو - جب

غلہ کی اُس کو ضرورت نہیں رہی تو یا تو وہ غلہ لیگا نہیں اور اگر لیگا تو اُس کا عوض کتنا دیگا مثلاً ضرورت کے وقت تو وہ ایک تھان دس سیر گندم کے عوض میں دیدیگا اور اُس کو اپنے لئے سود مند مبادلہ تصور کرے گا — لیکن دس سیر غلہ جب تک ختم نہ ہو تو وہ آیندہ دوسرا تھان دے کر غلہ لینے پر آمادہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اُس کو ضرورت نہیں رہی۔ اور اُس بے نیازی کی صورت میں یقین ہے کہ وہ ایک تھان کی قیمت ۱۲ سیر غلہ طلب کرے۔

علاوہ ازیں جب ضرورتوں کے احاطہ نے کپڑے سے گزر کر آلات حرب۔ سامان آرائش اسباب زینت اور اثاث البیت کی مختلف قسموں کو اپنے اندر شامل کیا تو انسان کی ضرورتیں بھی وسیع ہو گئیں۔ اور اُن سب کی تکمیل غلہ سے ناممکن تھی۔ تو اب تمدن انسانی کی فطرت نے کچھ معدنیات تجویز کئے۔ جس کا حصول آسانی سے ممکن نہیں تھا۔ اس لئے وہ گراں قیمت تھے۔

اب تبادلہ میں عام طور پر ان معدنیات کو استعمال کرنے لگے۔ مثلاً سونا۔ چاندی۔ تانبا۔ وغیرہ۔ یہاں سے ایک نئی اصطلاح کا آغاز ہوا۔ یعنی سامان — یا سودا۔ اور قیمت۔ سونے اور چاندی کو اصل قیمت قرار دیا گیا اور اس کے ماسوا تمام چیزوں کو سامان اور اسباب گردانا گیا۔ اور ان دونوں کو نقد۔ اصل اور حقیقی طور پر تسلیم کیا گیا۔ اور ان کے ماسوا کو اصطلاحی طور پر یعنی ہر چیز کی قیمت مقرر کرنے کے وقت سونے چاندی کو عوض قرار دیکر اس کی مقدار معین کی گئی۔ کہ ایک تولہ چاندی یا دو تولہ چاندی یا مثلاً ایک تولہ سونا۔ یا مثلاً ایک روپیہ یا ایک گنی

اب اگرچہ یہ بھی ممکن تھا کہ ایک تھان کی قیمت دس سیر غلہ قرار دی جائے۔ مگر اس کو بازار کا بھاؤ نہیں تسلیم کیا گیا۔ بلکہ اگر ایسا ہوا بھی تو دو آدمیوں کی باہمی اصطلاح تصور کی گئی۔

سونے اور چاندی کو طبعی اور فطری طور پر نقد اس لئے قرار دیا گیا کہ (۱) ان کی ضخامت تھوڑی اور معاوضہ زیادہ تھا (۲) اُن کے مسلمات آپس میں ایک جیسے ہوتے تھے (۳) انسان کے بدن میں ان کا لگا بیش بہا تھا۔ (۴) انسان کی اُن سے زینت اور آرائش بھی حاصل کر سکتا تھا۔

یہ مبادلہ کی قدرتی اور فطری سوانح تھی۔

۲

حسن معاملات کا دوسرا حصہ پیشہ یا کسب ہے۔ کسب کے اصول حسب ذیل ہیں:۔
کاشت۔ زراعت یعنی مویشی کی پرورش۔ جنگلات اور دریاوں سے اُن چیزوں کو حاصل کرنا جن کو فطرت نے ہر ایک کے لئے مباح کیا تھا۔ یعنی معدنیات۔ مثلاً سونا چاندی۔ تانبا۔ لوہا۔ یا نباتات مثلاً درخت گھاس وغیرہ وغیرہ۔ یا حیوانات۔ جیسے ہاتھی وغیرہ جو جنگلات سے پکڑے جائیں یا شکار کئے جائیں یا مچھلی وغیرہ دریائی جانور (ان تمام اشیاء پر اگرچہ گورنمنٹ کی امپیریلزم نے پابندیاں عائد کردی ہیں مگر شریعت غراء نے ہر ایک چیز کو ہر انسان کیلئے اسی طرح عام کیا ہے جیسے سمندر کا پانی۔ پہاڑ کے پتھر۔ زمین کی مٹی۔ یا ہوا میں اڑنے والے پرندے۔ یا شکاری جانور۔ لہذا ان تمام چیزوں پر جو پابندیاں عائد کی جائیں وہ انسانیت پر بہت بڑا ظلم ہے۔ وہ انسان کو اس کے فطری حق سے محروم رکھنا ہے۔ یہی تجاوز اور زیادتی آج دنیا کے امن کو تباہ و برباد کئے ہوئے ہے۔ مترجم)

صنعت: اصول کسب میں سے چوتھی چیز صنعت اور دستکاری ہے۔ صنعت سے مراد انسان کا وہ عمل اور ہنر ہے جو قدرتی پیداوار (اجناس خام) کو اس صورت پر بنا لے کہ جو نفع اُن سے درکار ہے وہ حاصل ہو سکے۔ جیسے بڑھئی لکڑی کو تخت کی شکل میں بدل دیتا ہے۔ لوہار۔ لوہے سے اسلحہ ڈھال دیتا ہے۔ پارچہ باف سوت کا کپڑا بنا دیتا ہے۔ نداف کپاس کا گالہ بنا دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال اصولی کسب مذکورۂ بالا چار ہیں۔ یعنی زراعت۔ مویشی کی تربیت۔ اجناس خام کا حاصل کرنا۔ اجناس خام سے ضرورت کے مطابق چیزیں بنانا۔

ان کے بعد تجارت بھی ایک کسب ہوگیا۔ پھر شہری مصلحتوں۔ یعنی مدنی اور عمرانی ضرورتوں کی تکمیل کا ہنر بھی کسب ہوگیا۔ مثلاً معمار کی بابت۔ عمارت وغیرہ بنانے کا ہنر یعنی انجینئرنگ۔

بعد ازاں ہر اس چیز کی فراہمی ایک کسب ہوگئی جس کی انسان کو حاجت پیش آتی ہو۔ پھر جیسے جیسے انسان ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس کی مدنیت یعنی خوش حالی زیب و زیبائش۔ اور لذت اندوزی میں ترقی ہوتی رہتی ہے تو ایسے ہی ایسے کسب کے اطراف و جوانب میں وسعت پیدا ہوتی رہتی ہے۔

۳

یہ تو نہ ہو سکتا تھا کہ ہر انسان ہر ایک کسب کا واقف یا ماہر ہو۔ ہاں یہ ہوا کہ ایک ایک کسب کو انتخاب کر کے اختیار کیا گیا۔ اس انتخاب و اختیار کے سبب دو فرقے

(الف) یا تو فطرتی مناسبت جو اسکی طبیعت میں مضبوطی سے ودیعت کر دی گئی تھی۔ مثلاً ایک بہادر انسان جنگ و جدل کے مناسب ہے۔ اور سمجھدار جس کا حافظہ قوی ہو۔ حساب و ریاضی کے لئے موزوں ہے۔

(ب) اتفاقی امور جو ابتدا ہی پیش آجائیں۔ مثلاً آہنگر کا لڑکا یا پڑوسی جو ابتدا سے اس کے ساتھ رہا۔ اس کو اس فن سے ایک خاص مناسبت ہو جاتی ہے۔ جو اجنبی شخص کو نہیں ہوتی۔ اسی طرح دریا اور سمندر کے ساحل پر رہنے والے ماہی گیری۔ غوطہ زنی وغیرہ میں ایک خاص مناسبت رکھتے ہیں جو ان کی طبیعت اور فطرت میں سرشت تو نہیں ہوتی ہاں اس اتفاقی جا رسکونت کے باعث فطرت جیسی ہو گئی۔

(۴)

مذکورہ بالا صورتیں وہ نہیں جن سے انسان جائز طور پر معاش حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن قدرتی طور پر کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو مذکورہ بالا اصول کسب میں سے کسی ایک پر بھی قابو نہیں پاتے۔ تو وہ ایسے ذرائع معاش اختیار کرتے ہیں جو تمدن اور تہذیب کے لئے تباہ کن ہوں۔

مثلاً۔ چوری۔ جوا۔ بھیک مانگنا۔ وغیرہ وغیرہ جرائم۔

(۵)

بیع۔ اجارہ۔ صدقہ۔ خیرات وغیرہ

مبادلہ کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو ایک چیز دیکر دوسری چیز لی جائے گی۔ اس کا نام بیع ہے۔ یعنی خرید و فروخت۔ یا ایک چیز دیکر دوسری چیز کا نفع لیا جائیگا۔ اس کا نام اجارہ یعنی کرایہ۔

(۶)

شہریت اور تمدن۔ اُس وقت تک کالعدم ہے۔ جب تک آپس میں الفت اور محبت نہ ہو۔ اس لئے بسا اوقات ضرورت ہوتی ہے کہ ضرورت کی کچھ چیزیں حاجتمندوں کو بلا عوض اور بلا اجرت دیدی جائیں۔ تو عاریہ۔ ہبہ۔ کی صورتیں پیدا ہوئیں۔ (عاریہ کسی چیز کے نفع کا ہبہ کرنا۔ یعنی منگنی پر دینا۔ جیسے بلا کرایہ کسی کو مکان رہنے کے لئے دیدیں) نیز تکمیل تمدن کیلئے ضروری ہے کہ فقراء کے ساتھ ہمدردی برتی جاتی۔ تو اس کے لئے صدقہ کی شکل فطرت نے ایجاد کی۔

(۷)

قدرتی طور پر انسان عقل و شعور اور اخلاق میں مساوی نہیں ہوتا۔ کوئی احمق بیوقوف

ہوتا ہے۔ کوئی زیرک۔ کوئی خوشامدی۔ کوئی خود دار۔ کچھ فارغ البال ہوتے ہیں۔ کچھ پریشاں حال
بہرحال ایک کیلئے معاش کی صورت ایک دوسرے کی امداد کے بغیر نہیں بنتی۔ اور امور معاش
میں باہمی امداد۔ ایسی صورت سے ہوتی ہے کہ کوئی معاملہ طے کیا جائے۔ شرطیں مقرر کی جائیں وغیرہ
اور ضابطے مقرر کرلئے جائیں۔ تو اب لامحالہ مندرجہ ذیل چیزیں پیدا ہوگئیں۔

(۱) مزارعۃ (یعنی کاشت کی مختلف شکلیں۔ جیسے سیر۔ یا بٹائی۔ لگان پر زمین دینا)

(۲) مضاربت۔ یعنی ایجنسی کی شکل جو تجارت میں اختیار کی جاتی ہے (۳) اجارہ یعنی کرایہ پر
دینا۔ (۴) شرکت (۵) وکالت وغیرہ وغیرہ۔

پھر وہ صورتیں بھی پیدا ہوئیں جو قرض اور امانت وغیرہ کی خواہاں ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں خیانت
انکار۔ ادائیگی میں ٹال مٹول وغیرہ کی خرابیاں محسوس کی گئیں تو ضرورت ہوئی کہ گواہ بنائے جائیں۔ دستاویزیں
لکھی جائیں۔ رہن اور گروی رکھا جائے اور کفالت ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب کبھی انسان خوشحالی اور رفاہیت سے بہرہ اندوز ہوا۔ تو باہمی امداد کی نئی نئی صورتیں
پیدا ہوئیں۔ اور آپ نوع انسان کا کوئی طبقہ بھی ایسا نہ پائیں گے جو ان معاملات کو نہ کرتے ہوں۔ اور جو
انصاف اور ظلم کے درمیان امتیاز نہ کرسکتے ہوں۔ والسلام

(ترجمہ از محمد میاں مع تشریح و تفصیل)

تاریخ نسب نامہ کھوکھران ۔ مؤلفہ ملک سراج الدین احمد صاحب خلف الرشید جناب
مولوی ملک ولی محمد صاحب کھوکھر۔ متولی و امام مسجد بنشا توالی واقعہ جھنگ۔ شہر (پنجاب)

اس کتاب میں قوم کھوکھران کا نسب نامہ بتایا گیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ یہ قوم ہندوستان میں کہاں
سے اور کیسے آئی۔ اور کس طرح اطراف و جوانب ہند میں سکونت پذیر ہوئی۔ کتاب بہرحال اچھی ہے
اور مفید ہے اور ضرورت ہے کہ ہر قوم اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ، اُن کی قومی روایات کو جانے اور اُن سے
سبق آموز ہو۔ ملک صاحب نے کتاب کے دو حصے کئے ہیں۔ سائز چھوٹا ہے۔

قیمت حصہ اول ۸/ رعایتی ۴/ ۔ حصہ دوم ۱۲/ رعایتی ۸/

تبصرہ

(از ادارہ)

شمس المشائخ مدیر مقبول انور صاحب داؤدی۔ مالک اور سرپرست صوفی خورشید الحسن صاحب خورشید قادری سجادہ نشین دربار شمسی ہیں۔ یہ بہترین مذہبی اصلاحی، تبلیغی ماہوار مجلہ ہے جس میں سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ و صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مفید اور مستند حالات ہوتے ہیں۔ رسالہ قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں مذہب کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے۔ اور اپنے رنگ کے اعتبار سے تصوف کی طرف مائل ہے۔

قیمت سالانہ دو روپے۔ ملنے کا پتہ:۔ دفتر شمس المشائخ۔ راماس ضلع امرتسر

الفلاح پرتاب گڑھ۔ مدیر مولانا منیر احمد صاحب فاضل دیوبند۔ اراکین تحریر مولانا محمد احمد صاحب بھوجپوری۔ مولانا محمد اویس صاحب ندوی۔ نگرامی۔ مولانا محمد ذکی الدین صاحب فاضل دیوبند۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب فاضل ۔ یہ مذہبی اور اصلاحی مجلہ حضرات اہل علم کی قلمی اعانت سے نکل رہا ہے۔ رسالہ عوام الناس کی مذہبی اصلاح کیلئے بہترین ہے۔ رسالہ میں مختلف حضرات کے مستند علمی اور اصلاحی مضامین ہوتے ہیں جن کا پیرایہ سلیس عام فہم ہوتا ہے۔ اور قرآن وحدیث نبوی صلعم کی روشنی میں مسلمانوں کی رہنمائی کر رہا ہے۔ حضرات اراکین تحریر کے حسن اعتماد پر توقع ہے کہ یہ رسالہ اسی طرح آئندہ بھی مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کرتا رہیگا۔ رسالہ کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے بہت مفید ہے۔

سائز ۲۰×۳۰/۸۔ ۴۳ صفحے کاغذ معمولی۔ طباعت وکتابت بھی اچھی ہے۔ چندہ سالانہ عوام سے عہ معاونین سے عاؔ

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ الفلاح پلٹن بازار۔ پرتاب گڑھ۔ اودھ

اشرف القواعد۔ مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحب شاہجہانپوری۔ بچوں کی تعلیم میں جہانتک آسانی بہم پہنچائی جائے وہ اچھا ہے۔ ابتک مختلف حضرات کی طرف سے اس سلسلہ میں اقدام کیا گیا۔ لیکن پھر بھی وہ ناکافی ہی رہا۔ لیکن مولانا محمد یعقوب کا یہ قاعدہ اس کمی کو پورا کرنے والا ہے۔ یہ قاعدہ ہر اعتبار سے بچوں کے لئے مفید اور اچھا ہے نہ اس میں حد سے زیادہ اختصار کیا گیا ہے اور نہ زیادہ طوالت ہی۔ جو بچوں کو الجھاؤ میں ڈالدے۔ صفحات ۳۲۔ قیمت ۱/

ملنے کا پتہ:۔ مولوی محمد یعقوب صاحب کتب خانہ تعلیمی۔ قرول باغ دہلی۔

لسانی انقلاب (۲) ہمارا فرض

(از مولانا محمد اطہر صاحب گنگی رکن جمعیۃ علماء ہند)

کسی ملک میں اگر انقلاب رونما ہوتا ہے تو محض ملکی اور سیاسی انقلاب نہیں ہوتا بلکہ باشندگان ملک کے ہر شعبۂ زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور انسان کی معیشی اور سماجی زندگی کو اور اُس کی زبانی اور تعلیمی زندگی کو یکسر منقلب کر دیتا ہے۔ اسی لازمی اصول کے ماتحت ہندوستان جیسے براعظم میں بھی سینکڑوں انقلابات آئے اور ہر انقلاب کے بعد اس ملک کی حیثیت منقلب ہو گئی۔

تاریخ میں حضرات کی نظر سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ جب آرین قوم ہندوستان پر قابض اور متصرف ہوئی تو یہاں کے وحشی باشندوں کو اپنے مذہب اور اپنی زبان اور اپنے کلچر کے سایہ میں لے لیا۔ محکوم اور حاکم ایک دوسرے کے جز بنکر رہ گئے۔ اس کے بعد باہر سے آنے والی حملہ آور قوموں میں مسلمانوں کا درجہ دوسرے نمبر پر رہ جاتا ہے۔ جب اسلام کا فاتح لشکر ہندوستان کے ساحل پر اترا تو وہ اپنے ساتھ اپنی زبان اور تہذیب اپنا کلچر اور مذہب لے کر آیا۔ ہندوستان کے لئے یہ ایک ایسا انقلاب تھا جو بالکل ہی نیا تھا۔ بالآخر انقلاب تھا اس کا ٹالنا امکان سے باہر تھا۔ حاکم قوم کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی تہذیب اور کلچر کو محکوم قوم کے سر پر زبردستی تھوپ دیتی۔ محکوم اور مفتوح قوم کو یہ تلخ اور کڑوا گھونٹ حلق سے نیچے اتارنا پڑتا۔ مگر نہیں انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ انہوں نے مسلسل جدوجہد کے بعد ایک ایسے چشمے کی تخلیق کی جو دو مختلف زبانوں کے اتحاد کے لئے ممد اور معاون ثابت ہو۔

زبانی حیثیت سے فارسی، عربی، سنسکرت اور بھاشا کا آپس میں کوئی جوڑ اور کوئی تعلق نہیں تھا۔ لہٰذا ان دو مختلف النسانی اعضا کو ایک دوسرے کے قریب تر کرنے کے لئے اور دو متباین قوموں میں سیاسی یک جہتی پیدا کرنے کے لئے حاکم قوم نے ایک نئی زبان کی ڈول ڈالی۔ اور وہی زبان ہندوستان کی مشترکہ زبان کہلاتی رہی۔ فرق صرف اتنا رہا کہ اس زبان کے لئے کسی جدید رسم الخط کی بھی ضرورت تھی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ فاتح قوم جو رسم الخط لیکر آئی تھی اسی کو باقی رکھا۔ رسم الخط کے سلسلہ میں محکوم قوم کو اس بات پر پابند نہیں قرار دیا۔ بلکہ اُن کو اس بات کی عام آزادی

رہی کہ اس کی تحریر چاہی دیوناگری رسم الخط میں کریں یا عربی رسم الخط میں۔

زبان پر سامراجی تجربہ | صدیوں کی پرسکون فضا میں پھر ایک مرتبہ حرکت پیدا ہوئی جو مغرب کے سفید فام تاجر اپنے ساتھ لیکر آئے تھے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے ہندوستان میں اپنی تجارتی اغراض کے ماتحت ایک جدید انقلاب کی روح پھونکنی شروع کردی اور وہ اس مذموم جدوجہد میں کامیاب بھی ہوگئے۔ ایک کثیر تعداد ہندوستان کی آزاد انسانی آبادی کو غلام بنا چھوڑا۔ غلام ایسا بنایا کہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر غلامی کی تاریکی چھا گئی۔ یہ اجنبی قوم جو ہم سے ہر حیثیت سے اجنبیت رکھتی تھی اس کے لئے یہ لازمی ہوگیا کہ اگر وہ ہندوستانیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیگی تو وہ اپنے مخصوص مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا نہایت غور و تدبر سے اس میدان میں قدم رکھا اور زبان کے مسئلہ کو تعلیمی عنوان میں پیش کیا جو زبان کی ترویج کا بہترین ذریعہ ہے۔

۱۸۳۵ء میں یہ تجربہ ایک حد تک کامیاب ہوگیا کہ ہندوستانیوں کو تعلیم ضرور دی جائے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوگیا کہ تعلیم دینے کے لئے کونسی زبان اختیار کی جائے۔ اس مسئلہ کا حل کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے صدر الصدور لارڈ میکالے قرار پائے۔ لارڈ میکالے کے ہاں میں ہاں ملانے والوں اور خوشامدی ٹٹوؤں کی اس زمانے میں کچھ کمی نہ تھی۔ وائسرائے بہادر کو خوش کرنے کے لئے سیکڑوں رام موہن رائے پیدا ہو سکتے تھے۔

بہر حال ۱۸۳۵ء میں میکالے کا یہ مؤثر تجربہ کارگر ثابت ہوا اور انگریزی زبان ہندوستان کے گلے کا ہار بن رہ گئی۔ اور ایک حد تک میکالے کی وہ تمنا کہ میں ہندوستان کو رنگ و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور زبان و کلچر کے اعتبار سے انگریز۔ نتیجہ اور مشاہدے کے طور پر جو چیز ہمارے سامنے ۱۸۳۳ء سے لیکر ۱۹۳۸ء تک موجود رہی۔ وہ یہ کہ انگریز ڈیڑھ صدی گزر جانے کے بعد بھی ہندوستانی زبان اور کلچر سے قصداً بیگانہ رہا اور ہندوستانی باوجود ہندوستانی ہونے کے مجسم انگریز بن گیا۔ آج اس کو ورڈسورتھ اور شکسپیئر کے کلام سے جتنا شغف ہے اتنا غالب اور حالی کے کلام سے دلچسپی نہیں۔

لسانی تفریق | سفید فام سبز قدم قوم کی اور عنایتوں کے علاوہ ہم پر یہ بھی ایک بڑی عنایت ہے کہ اس نے اپنی زبان کو مقبول بنانے کے لئے ہندوستانیوں میں زبانی تفریق پیدا کردی جو...

ہمارے لئے سیاسی تفریق کا بھی باعث بنی جس کی تحریک کا سہرا علیگڈھ اور بنارس کے سر ہونا چاہیئے۔ اور مسٹر مارلیبین کے لگائے ہوئے لسانی افتراق کے پودے کو ہر زمانہ میں آبیاری ہوتی رہی اور ہر دور اور ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی مارلیبین کے جون میں جنم لیتا رہا اور اس خدمت کو بحسن و خوبی انجام دیتا رہا۔

فرنگی شعبدہ بازوں کی یہ سعی ہندوستانیوں کیلئے طوق لعنت بنی رہی ۱۸۸۲ء کا یہ سوال کہ دفتری زبان ہندی ہو یا اردو۔ اس جھگڑے کو چکانے کے لئے برطانی شعبدہ باز مسٹر اینٹونی میگڈانل منتخب ہوا اور اس نے نہایت دلیری کے ساتھ اردو کے منہ پر چپت رسید کر کے ۱۹۰۰ء میں یہ فیصلہ صادر فرمادیا کہ ہندی یعنی دیوناگری صوبہ متحدہ کی دفتری زبان قرار دیدی جائے۔ آپ کو یہ تعجب ہوگا کہ یہ نزلہ اردو ہی پر کیوں ڈھلا وہ اس لئے کہ اردو کی تخلیق قدرتی طور مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں ہوئی تھی جس کی وجہ سے ہندوستان کے ہندو مسلم باشندوں میں یکجہتی اور رواداری پیدا ہو چکی تھی اور آئندہ ہو سکتی تھی اور لسانی اتحاد اور یکجہتی ایک نہ ایک دن ان شعبدہ بازوں کے مفاد کے لئے خطرناک رکاوٹ ثابت ہوتی

قومی انقلاب اور قومی زبان ہندوستان ایک عرصہ سے سامراجی استبداد کے پنجوں میں گرفتار ہے جب سے ہندوستان میں سیاسی بیداری اور انقلاب کی اسپرٹ پیدا ہوئی ہے اس وقت سے ملک کے طول و عرض میں بسنے والے سیاسی انقلاب کے ساتھ ہی ساتھ اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں یکسر انقلاب کے خواہش مند ہو گئے۔ جس قدر سیاسی انقلاب کو ترقی ہوتی گئی اسی قدر لوازمات زندگی میں بھی قدرتی طور پر ترقی ہوتی گئی زبان کے مسئلہ میں تو لوگوں کو بہت ہی زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئی اور اپنے اسی جائز سیاسی انقلاب کو زیادہ مؤثر اور ٹھوس بنانے اور زبان کے ادبی معیار کو بلند کرنے کے لئے.... لطیف اور پاکیزہ اختراعات کرنے لگے۔ ایک مقرر اپنی تقریر میں وزن پیدا کرتے اور ایک مضمون نگار اپنے مضمون میں دلچسپی اور لطافت پیدا کرنے کے لئے بہترین الفاظ اور دلچسپ لہجہ استعمال کرنے لگا۔ (باقی آئندہ)

اطلاع خریدار حضرات خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ مینجر

اقتصادیات مسلم — زمین کس کی ہے

عروج وزوال مسلم کے تاریخی اسباب

(قائد التحریر)

فلسفہ عروج | عربی کی ضرب المثل ہے اذا تکرر الشی علی السمع تقرر فی القلب۔ جب کوئی بات بار بار کان میں پڑے تو وہ دل میں جانشیں ہو جاتی ہے۔

اسی اصول متعارفہ کے بموجب ہم آج کی مجلس میں پھر دھراتے ہیں کہ اسلامی فتوحات کا واحد سبب اسلاف امت کا جزم تھا۔

جزم کا خلاصہ یہی ہے کہ جماعت کا ہر فرد خود کو ادائیگی فریضہ کا اصل ذمہ دار گردانے۔ آج ہم ایک تجویز پاس کرتے ہیں مگر اس پر عمل کرنا کس کا فرض ہے؟ —— اس کا جواب ہمیشہ مبہم رہتا ہے۔ اور نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ نشستند وگفتند وبرخاستند۔

مگر اسلاف امت کا شیوہ یہ نہ تھا۔ وحی الٰہی سے جو حکم نازل ہوتا تھا۔ لسان رسالت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے جو ارشاد صادر ہوتا تھا۔ اس کی ادائیگی ہر فرد امت اپنا ذاتی فرض یقین کرتا تھا۔ خواہ اس کا تعلق افراد سے ہو یا جماعت سے۔ خواہ وہ فریضہ انفرادی ہو یا اجتماعی۔

کلام الٰہی نے نہایت لطیف پیرایہ میں جزم کی تعلیم دی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:۔

ما محمد الا رسول قد خلت من	محمدؐ ایک رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے بھی رسول
قبلہ الرسل۔ افان مات او قتل	گزرے۔ پس اگر ان کی وفات ہو جائے یا وہ
انقلبتم علی اعقابکم	قتل کر دیے جائیں تو کیا تم پچھلے پاؤں لوٹ جاؤ گے۔

العظمۃ للہ۔ آیت کریمہ میں رسول کی اہمیت پر بھی پردہ ڈال دیا گیا۔ کیونکہ رسول دنیا میں تعلیم کے لئے آیا۔ عمل حیثیت سے رسول اور ایک امتی کا فرض واحد ہے۔ تعلیم کی تکمیل ہو گئی تو رسول کی ضرورت ختم ہو گئی۔ عمل اور عملی اقدام امت کے ہر فرد کا فرض عین ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ تو صدیق اکبر خلیفہ برحق نے یہی آیت صحابہ کرام کو سنا کر ان کی سراسیمگی ختم کی تھی۔ اور اسی آیت کے ذریعہ سے ان میں عمل کی روح پھونکی تھی تم کلام الٰہی کے لہجہ اور طرز پر نظر ڈالو۔ اور محسوس کر لو کہ کارزار جد و جہد میں کس صفائی سے رسول کی ضرورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ چند دن ہوئے اس کی ایک مثال ہمارے سامنے آئی۔ اتاترک۔ غازی۔ قدس اللہ سرہٗ العزیز نے صحت کی مبارکباد کے جواب میں فرمایا تھا۔

"مصطفےٰ کمال اور عصمت پاشا کو بھول جاؤ۔ ہر ایک نوجوان مصطفےٰ کمال بن جائے۔"

خود غور کرو۔ اگر ہر ترک خود کو مصطفےٰ کمال کا عملی پیکر بنالے۔ تو پھر کیا ساری دنیا کو فتح کر لینا اس مٹھی بھر جماعت کے لئے بازیچہ اطفال نہ ہو جائیگا۔ بیشک فتح و نصرت خود دوڑے گی اور قدم چومیگی۔ پرچم ظفر و عظمت کے پر لگ جائیں گے اور پھر کی نژاد کا چتر بنکر سایہ فگن ہوگا۔ اسی کا نام جزم ہے۔

اب آؤ۔ اور اس سوال کو پیش کرو کہ اس جزم کے اصول کیا تھے۔ دنیا کے فاتحین کی فہرست بہت طویل ہے۔ فریدوں اور اسکندر یونانی سے لیکر مصطفےٰ کمال اور مسولینی اور ہٹلر تک جولیس سیزر رومی۔ ہنی بال افریقوی۔ چندر گپت۔ نپولین اعظم فرانسیسی۔ تیمور ترکستانی۔ نادر شاہ ایرانی وغیرہ وغیرہ سیکڑوں فاتحین کے نام دنیا کی تاریخ میں درج ہیں۔

ان سب حضرات نے جزم کا شاندار علم ہاتھ میں لیکر قہر آلود نگاہوں سے دنیا کے گوشوں کو تاکا تھا۔ مگر کیوں؟

صرف اس لئے کہ اپنی قہرمانیت اور اپنے اقتدار اعلیٰ کا سکہ چار دانگ عالم کی پیشانی پر مہر کر دیں۔ اور حُب جاہ کے صنم اکبر کی پرستش زائد سے زائد نفوس سے کرالیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ کیا فاروق اعظم کا مقصد بھی یہی تھا۔

خالد بن ولید۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ سعد بن وقاص کی بلند ہمتیں جب قیصر و کسریٰ کی شاہنشاہیت کی دھجیاں بکھیر رہی تھیں تو کیا اسی لئے؟ کہ ایک ظالم کے بدلہ میں دوسرے ظالم کا تسلط ہو جائے۔ غلامی کا پھندا بدستور رہے اور تبدیلی صرف یہ ہو کہ مخلوق خدا کی گردن ایک آقا کے بجائے دوسرے آقا کے سامنے جھکنے لگے۔

نہیں نہیں ـــ یہ حضرات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے وکیل تھے رب العالمین

جل مجدہ کے خلیفہ تھے۔ رحمت بکر مظلوموں کے دروازوں پر پہنچے غریبوں اور بیکسوں کی تربیت کو نشان فتح گردانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا۔

تمہیں فتح مسکینوں اور کمزوروں کے طفیل میں ہوتی ہے۔

دعا کے وقت مسکینوں کا واسطہ دیکر ہی خداء بالا و برتر کو فتح کے لئے پکارا کرتے تھے۔ دنیا کی شاہنشاہیتیں ظلم کے خون سے رنگین تھیں۔

ہر بڑا چھوٹے کا معبود بنا ہوا تھا۔ کیا مجال تھی کہ چھوٹے کا مذہب اور مسلک بڑے کے عقیدے کے برخلاف ہو۔ دنیا یہ جانتی ہی نہ تھی کہ بادشاہ اور ارکین دولت کے مذہب کے علاوہ بھی رعایا کا کوئی دوسرا مذہب ہوسکتا ہے۔

ہندوستان برہمنیت اور بدھ مت کی جنگ کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ایران اور ایشیائے کوچک آتش پرستی کا گہوارہ تھا۔ روما کا وسیع ایمپائر عیسائی کلیسا کے ماتحت تھا۔

مذہبوں کے نام۔ جو مختلف ہونے ہوئے غریب اور بیکس کے حق میں مساوی حیثیت سے شکنجے بنے ہوئے تھے۔

قیصر کی بارگاہ میں اس کے ارکین دولت اور اس کے عمال و حکام کے آستانوں پر ہر صبح کو لاکھوں کروڑوں کے جھنڈ اور گلّے، حیوانات کی طرح ہنکا کر لائے جاتے تھے۔ تاکہ آقا کی خدمت گزاری کریں۔

زن، زمین، زر عام تھا۔ مگر غریبوں کا امیروں کے لئے۔

شاہ حبش کا وسیرائے یمن میں رہتا تھا۔ جسے مذہب کی اشاعت کی یہاں تک دھن تھی کہ خانہ کعبہ کے مقابلہ پر یمن میں کعبہ بنایا۔ اور جب عرب نے اس کی تعظیم نہ کی تو خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے مکہ معظمہ پہنچ گیا یقیناً خانہ کعبہ دنیا کی گمشدہ عمارت ہوجاتی اگر خداوند عالم کی غیبی قوت ابرہہ کو تباہ نہ کرتی۔

رومیوں کی مسلمانوں سے جنگ ہے۔ اسلامی پرچم رومی شہنشاہیت کی تباہی کا بیڑہ اٹھائے ہوئے شاہنشاہیت کا ہر پرستار اسلامی پھریرے کو نشان موت سمجھتا ہے۔ جوق جوق قومیں مسلمانوں کے مقابلہ پر چلی آرہی ہیں۔

ایک فوج کا ایک سپاہی ایک غریب عورت پر دست اندازی کرتا ہے اس کا شوہر کچھ حمایت کرتا ہے

تو اس کا سر قلم کر دیا جاتا ہے۔ عورت شوہر کا سر گود میں اٹھاتے ہوئے اپنے لڑکے کو ساتھ لئے افسر فوج کے خیمہ میں حاضر ہوتی ہے۔ اور سپاہی کے ظلم کی فریاد کرتے ہوئے داد رسی چاہتی ہے۔

مگر ہاں اس حالت میں بھی ایک جرم کر رہی ہے۔ وہی سب سے بڑا جرم ہے جس کے مقابلہ پر پوری شہنشاہیت کے سارے قلمرو میں کوئی بھی جرم نہیں ہو سکتا۔ یعنی ایک شراب خوار بدکردار کے شہوانی اغراض سے بیزاری کا اظہار ـــــ

اس افسر فوج کی بارگاہ میں عورت کا یہ جرم ناقابل معافی ہے۔ حکم ہوتا ہے۔ اس گستاخ عورت کے لڑکے کا بھی سر قلم کر لیا جائے۔ شوہر کے سر کی برابر عورت کی گود میں ابنار کر دیا جائے ـــــ آہ ـــــ فغاں ـــــ سب بیکار ـــــ

صرف حکم کی دیر تھی۔ فی الفور ایک کے بجائے دو سر بیکس عورت کی آغوش میں آ پڑتے ہیں یہ اس فوج کا قصہ تھا جو مسلمانوں کے مقابلہ پر آ رہی ہے۔ اور چند منزلیں طے کر کے حضرت خالد اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کی فوجوں کا اوس کو مقابلہ کرنا ہے۔ لہ

سبحان اللہ۔ ظلم و ستم اس مسموم فضا میں۔ جبر و تعدی اس آتش فشاں موسم میں۔ شہوت رانی اور اغراض پرستی اس ہولناک تاریکی میں۔

کتنا شیریں ہے اسلام ـــــ ایمان ـــــ یعنی پیغام سلامتی۔ پیغام امن۔ یعنی اپنی اغراض اپنی خواہشات چھوڑ کر پروردگار عالم۔ ارحم الراحمین کی مرضی کے سامنے گردن جھکا دینا۔ اور اپنے عقائد اور اعمال سے اس کی تسلیم و اطاعت کا ثبوت پیش کرنا۔ وہ اسلام۔ جو اور تو اور خود اپنے نام پر خود مذہب کے نام پر بھی تعدی کی اجازت نہیں دیتا۔

انہیں مقدس بزرگوں کو جن کے رگ و پے میں اسلام کی روح دوڑ رہی تھی۔ جن قلوب میں اسلام اور ایمان کا وہ آفتاب چمک رہا تھا جس نے ماسوا کی لعنت کو اپنی تیز ترکرنوں سے یکسر جھلس دیا تھا ـــــ اُن کو محض ظلم و عناد، ہٹ دھرمی، وحشت اور بربریت کی بنا پر جب اجازت نہ دی گئی کہ خانہ کعبہ کی زیارت کر سکیں اور مسجد حرام (جس میں خدا کی ہر مخلوق کیلئے پیغام امن ہے۔ جو ہر جاندار کی حفاظت اور عصمت کا خداوندی حرم ہے) میں دو رکعت ادا کر سکیں۔

ـــــ (باقی دارد) ـــــ

مدارس عربیہ کا خطرناک مستقبل

اور ہمدردانِ ملت کی فوری توجہ کی ضرورت

(محترم مضمون نگار صاحب نے نام کی اشاعت سے ممانعت فرمادی ہے)

موقر رسالہ "قائد" بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ہجری میں حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب سیالوی، ناظم عمومی دغیرہ ضلع جھنگ، حلقہ بھوانہ، پنجاب کا (جن کو ہم آئندہ "حضرت مولانا" سے خطاب کرینگے) ایک نہایت قابل قدر غور و فکر و توجہ مضمون عنوان بالا پر نکلا ہے۔ اس نے "وقت مردن شباب کی باتیں" یاد دلادیں۔ اس نے مجھے یہ بھولا ہوا خواب یاد دلادیا۔ کہ جب میں درگور نہیں ہوا تھا۔ تو ربع الدہر کی آوازیں ہر طرف سے میرے کانوں میں آیا کرتی تھیں۔ اور میں جیتے جاگتے مسلمانوں کو اس پر عمل کرتے دیکھا کرتا تھا۔ آہ، وہ زمانہ!

سب سے پہلے تو مجھے اس پر حیرت ہوئی کہ صفحہ ۴۳ کی سطور ۸ تا ۱۲ میں جو واقعہ حضرت مولانا نے بیان فرمایا ہے اس سے موصوف کو دلی صدمہ کیوں ہوا؟ یہ غیر واقعی بات تو نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس میں سے لفظ گداگری کو نکال دیجئے تو شاید اتنا ناگوار اور صدمہ دہ نہ رہے گا۔ خود میرے ساتھ جو گزری اُس کو بھی سُن لیجیے۔

تیسرا سال ہے کہ مجھے کتاب فخر الاسلام کے قریباً چار صفحوں کے ترجمے کی ضرورت تھی۔ میرے ایک کرم فرما ہیں، اُن سے درخواست کی کہ ذرا میری مدد فرمائیں اور ترجمہ کردیں۔ آپ کئی تقاضوں کے بعد آٹھ روز میں ترجمہ فرما کر لائے اور مجھ کو سخت حیران کردیا۔ یقین جانئے کہ "من ہمی سرایم و طنبورۂ من چہ می سرائد" کے معنی اس وقت معلوم ہوئے۔ میں کبھی اُن کی صورت کو حیرت سے تکتا تھا اور کبھی ترجمے کو دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ الٰہی! یہ خواب ہے یا بیداری کہ ایک فاضل اور اس کی یہ قابلیت کہ فاعل و مفعول میں تمیز نہ کرسکے! دریافت و تحقیق سے خود موصوف نے تسلیم کیا کہ وہ پورے درس نظامیہ کا سنیاناس فرما چکے ہیں!

میرا ہرگز یہ منشا نہیں کہ سب طلبہ کی یہی حالت ہے۔ مگر "مشتے نمونہ از خروارے" یہ ضروری ہے

میں ہرگز اس سے انکار نہیں کرتا کہ اس میں بہترین دانے بھی نکلیں گے۔ لفظ گداگری کو چھوڑ کر یہ نمونہ اگر حضرت مولانا کو اس تحریک کا محرک ہوا ہو۔ تو نہایت مبارک ہے۔

جب میں زندہ تھا تو سنا کرتا تھا کہ "فساد العالِم فساد العالَم" یہی مرے کچھ عرض کرنے کا داعی ہوا ہے۔ حضرت مولانا مجھ سے زیادہ اس کو جانتے اور اس پر غور کئے ہوئے ہیں کہ اب سے تیس چالیس برس پہلے مصر، شام، عراق ممالک ترک، ایران اور خود ملک عرب میں ایسی ہی دقتیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور تضیع اوقات ہوتے تھے جیسے کہ اس وقت ہندوستان میں۔ چونکہ ان ممالک میں ابھی کچھ سانس باقی ہے اس لئے وہاں کے علما بلا خوف معترضین اس طرف ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اور مصر نے ایک راہ ڈھونڈ نکالی۔ وہاں بھی انہوں نے یہ دیکھا کہ صرف ونحو جیسے خادم فن میں طالب علموں کے نہایت عزیز پانچ چھ برس ضائع کر دیتے بیکار ہیں۔ وہ کام میں لگ گئے اور برابر اس فن کو آسان سے آسان تر بناتے چلے جا رہے ہیں۔ یقیناً وہ دن دور نہیں کہ صرف نحو کے لئے کھریا کے چند ٹکڑے اور تختہ سیاہ کافی ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ وہ زمانہ اب سے سات آٹھ سو برس پیچھے رہ گیا کہ جب کوئی نحوی مرتا تھا تو اس کے جنازے پر بادشاہ وقت حاضر ہو جاتا تھا۔ دنیا اسلام میں گھر گھر ماتم پڑ جاتا تھا۔ اب تو حقیقی کیفیت یہ ہے کہ کام بہت ہیں اور زندگی تھوڑی ہے۔ اب نحوی کو کون پوچھتا ہے۔ اور کیوں پوچھے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے مسلمانوں ہی کو یہ کہتے سنا ہے کہ "ارلی (عربی) اردو اور کچالو کے ساتھ بھی کوئی قبول نہیں کرتا"۔ اس پر میں اتنا اور اضافہ کرتا ہوں کہ جب وہ اتنی مشکل الحصول بنا اور بنا دی گئی ہو کہ کوئی فرد بشر اس کو حاصل نہیں کر سکتا۔"

مدارس قدیمہ ہوں یا جدیدہ، آخر کیا کرتے ہیں؟ یہی نا کہ اکثر فنون سے طالب علموں کو آشنا کر دیتے ہیں۔ اب طالب علم کا مذاق یا پسند ہے کہ جدھر چاہے چلا جائے۔ اور جو فن اس کا پسندیدہ ہے اس میں کمال حاصل کرے۔ اس کے لئے وہ کسی خاص مدرسے یا مدرس کا پابند نہیں ہے۔ ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست۔ ایک ہندوستان ہی پر کیا منحصر ہے دنیا اسلام (جس کا وجود ہی کیا رہ گیا ہے!) اس کا مدرسہ اور مدرس ہے۔ مگر خود ہندوستان ہی میں غور فرمایئے کہ عربی کی قدر و قیمت کیا رہ گئی ہے؟ یہی نا کہ دس پانچ روپیہ ماہوار، دو وقت کی گھر گھر کی روٹی اور ایک مسجد۔ صرف اتنے کے لئے اتنی زحمت کون اٹھائے۔ اور کیوں اٹھائے۔ حضرت مولانا کو صدمہ نہ ہو، واقعہ یہ ہے

کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہم سب کو روٹیاں عزیز ہیں۔ اور کیفیت یہ ہے کہ پانچ چھ برس میں صرف صرف ونحو پر صرف کردینے پر بھی روٹیاں دور ہی رہتی ہیں۔ حالانکہ ان کی کم از کم دو وقت شدید ضرورت ہے۔ پھر خاص کر جب عام طور پر مشہور اور دل نشین ہو جائے کہ عربی اتنی دشوار ترین زبان ہے کہ اس کا حصول ناممکن ہے، اور اس سے ویسے ہی ڈرنے لگیں جیسے سانپ بچھو سے تو بعید کیا ہے؟

میں نہ عالم ہوں، نہ طالب علم۔ مگر جہاں تک میں نے تحقیق کیا عربی کی طرف جو توجہ نہیں ہوتی اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر اس خوفناک چیز کا ڈر بیٹھا ہوا ہے۔ پہلے اس ڈر کو تو لوگوں کے دلوں سے نکالنے کا عملی فکر کیجئے تو شاید کچھ کامیابی ہو جائے۔ جو چیز بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سال بھر میں صرف ونحو ختم کرادیجئے۔ اور ساتھ ہی ادب شروع کرادیجئے۔ تاکہ جو صرفی ونحوی مسائل وہ پڑھ رہا ہے اُن کا اجرا ہوتا چلا جائے۔ پھر آگے بڑھئے۔ اگر ضرورت دیکھئے تو ادب ہی کے ساتھ صرفی ونحوی نکات سمجھاتے اور بتلاتے جائیے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ طالب علم اپنی گزشتہ محنت کی غایت معلوم کرلیگا۔ اور وہ صرف ونحو کو "بیکار محنت" سمجھ کر عربی سے روگرداں نہ ہونے پائے گا۔

دنیا ہر لمحہ آگے بڑھ رہی ہے۔ پرانی بساطیں طے ہو رہی ہیں۔ بلکہ ہو چکی ہیں۔ نئی بچھ رہی ہیں، نئے نئے فنون پیدا ہو رہے ہیں، نئے نئے انکشافات، نئی نئی تحقیقات ہو رہی ہے۔ مگر ہم علماء عربی ہند ذہن کے وہیں ہیں جہاں آج سے سات آٹھ سو برس پہلے تھے۔ ذرا غور تو فرمائیے کہ سڑا ہوا یونانی فلسفہ کس مرض کی دوا رہ گیا ہے؟ اس پر تو آج مکتب کے لونڈے مذاق اڑاتے ہیں۔ آج کینٹ کے مقابلہ میں بیچارے ارسطو کو کون پوچھتا ہے۔ اور کینٹ اور شیلر وغیرہ کی ہمیں ہوا بھی نہیں لگتی پھر فرمائیے اس لاطائل تضیع اوقات سے ہمیں کتنی رکعتوں کا ثواب ملتا ہے؟

بعینہ یہی حال منطق کا ہے۔ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس سے بھی بدتر کیفیت جغرافیے کی ہے۔ کیا کسی کو جرأت ہو سکتی ہے کہ اس سے انکار کرے کہ مسلمان جب زندہ تھے تو انہوں نے ہیئت میں وہ کچھ کر دکھلایا کہ اقوام قدیمہ مثلاً بابلی اور مصریوں نے بھی نہیں کیا۔ یہاں تک کہ یورپ باوصف

اپنے آلات اور دوربینوں کے مسلمانوں تک نہیں پہنچے ہیں۔ مگر ایک طالب علمان عربی ہیں کہ چینی کو اپنا مایہ ناز سمجھ بیٹھے ہیں۔ کیا کسی کو یہ ہمت ہو سکتی ہے کہ یہ پوچھ لے کہ ایک بیچاری چینی کا چنا کتنے بھاڑ پھوڑ سکتا ہے؟ کہا جا سکتا ہے کہ ایک بہت بڑا مایۂ ناز کارنامہ مسلمانوں کا مٹے تو مٹے اس کی ضرورت بھی نہیں مُسلّم۔ پھر اس کو نصاب سے خارج ہی کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ کیا ضروری ہے کہ عربی کو ہی مایۂ خندہ زیرلبی بنایا جائے؟ یہ زندوں کے حوالے کر کے خاموش ہی بیٹھ جائیے۔

تاریخ جو آپ ہی کی خانہ زاد مایۂ ناز چیز ہے اُس کی طرف آپ کی کتنی توجہ ہے؟ کیا اُس کو آپ نے دربدر خاک بسر نہیں چھوڑ دیا ہے۔ کیا اس کو آپکے لئے جیرو ستا نہیں بنا رہے ہیں۔ آپ کے کتنے طالبعلموں نے ان حربوں کا مقابلہ کیا ہے؟ آباؤ اجداد کو بھول جانا (معاف کیجئے گا) کوئی مستحسن فعل ہے؟ غور تو فرمائیے کہ سیاسیات میں اس سے کتنا اور کیسا کام لیا جا سکتا ہے۔ بس اگر اتنا پوچھ لوں تو شاید قابل مواخذہ نہیں کہ میرے مدرسے سے جو طالب علم نکلتے ہیں اُن میں کتنے ایام العرب سے واقف ہیں؟ ان میں سے کتنے ایسے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ یمن میں جو کھدائی ہو رہی ہے اس سے کتنے جواہر پارے نکل رہے ہیں؟ ہندوستان میں کھدائی ہو رہی ہے۔ ہندو علماء اپنی تاریخ ازسرنو مرمت کر رہے ہیں۔ ذرا اپنے طالب علموں پر تو نظر ڈال کر دیکھئے۔ یہاں تو ستم یہ ہے کہ شعراء جاہلیت کی طرف بھی کماحقہ توجہ نہیں۔ شاید میں غلطی پر ہوں۔ مگر میرا جاہلانہ خیال تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے یہ بہت مددگار ہو سکتے ہیں۔ پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک سید سلیمان ندوی کی ارض القرآن کیا کچھ کر دکھائے گی۔ کیا اُس سے اتنا کام نہیں لیا جا سکتا کہ اسکو شمع راہ ہی سمجھ لیا جائے اور ایک دو قدم آگے بڑھا جائے (اس کے متعلق ایک ناگوار واقعہ ایک طالب علم کا میرے ساتھ گزرا ہے جس کو میں بیان نہیں کرنا چاہتا)

مسلمانوں۔ بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں۔ پر بہت برا وقت جا رہا ہے۔ یہ ڈوب رہے ہیں، یہ مر رہے ہیں۔ ایک ایک تنکا ان کا سہارا ہے۔ ایک ایک عطائی ان کے لئے شیخ الرئیس ہے۔ ہماری نظر امید اگر کسی پر ہے تو ان "آج کے طالب علم، کل کے علماء" پر ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ ہمارے صرف مقتدار دینی ہی نہ رہیں بلکہ مقتدار دنیوی و سیاسی بھی ہوں۔ سیاست کی [illegible]

ماجرى
فى موتمر العالم الاسلامى لاهل فلسطين

(بقلم محمد میاں احد اعضاء التدریس فی الجامعة القاسمیة - بمراد آباد (الهند))

لقد اودعت فطرتنا الاسلامية حُبًا شديدًا لفلسطين

نعم - انها القبلة الاولى لنبى الرحمة وهادى الامة الذى اسرى به ربّه من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله

وكذالك اشغفت قلوبنا بلوعات الحب لساكنى فلسطين

الذين هم سلالة العرب السابقين الى الاسلام - الذى نشأ فى حجورهم واحتمى - وارتضع بلبانهم وانتمى -

فهم السابقون الذين بادروا الى الخير - الذين رضى الله عنهم و رضوا عنه والناس من دونهم تبع لهم

ولعمرى انهم حُماة الاسلام قديما وحديثًا - وهم الذين سقوا غراس الدين بدماءهم - لا بمياههم -

وهم الذين يجد ربهم ان يحموا الاسلام وناموس الملة الغراء - ويذبوا عن حوزة الدين والشريعة السمحاء - باموالهم النفيسة - وانفسهم العزيزة

فلا غرو - نتحلى باخبارهم ونتلذذ بتذكارهم

ولذا فلنخبر اليوم ماجرى فى الحفلة العظيمة المنعقدة فى الكلية القاسمية المعروفة "بمدرسة شاهى" بمراداباد (الهند)

وذلك حين مراجعة سيدنا النبيل - الفاضل الجليل مولانا عبد الحق المدنى مدير المدرسة المذكورة - بعد اجابته دعوة حضرة الرئيس - صاحب السماحة محمد على علوبة باشا - صدر موتمر العالم الاسلامى البرلمانى فى مصر

وقد وافقت تلك الدعاية - انتخاب فضيلته مندوبا من جهة الجمعية المركزية لعلماء الهند وقد توجه من مرادآباد ۲۵ ستمبر مرافقا لصاحب السماحة والفضيلة المفتى الاعظم بالديار الهندية وصدر الجمعية المركزية حضرة العلامة مولانا كفايت الله

فلما كان السابع من شهر رمضان زفت الينا برقيات البشائر برجوع الوفد سالما الى بمبئى - وقد ابرق فضيلته بوصوله -

فما اسفر صبح التاسع الا واخذ المخلصون فى تهيئ اسباب الاستقبال بتزيين البلاد - اظهار السرور بقدومه الميمون - وعكفوا ينتظرون ورود القطار -

فما فرغ الناس من اداء فريضة العصر الا واكتظت المحطة بالناس المستقبلين على اختلاف مراتبهم

فما وصل القطار الى المحطه فى الساعة الخامسة الا وضجت الاصوات بالتكبير و التحميد ورفعت حتى بلغت عنان السماء - وقد كانت دعاياتهم -

فليحي فلسطين - فليعش اهل فلسطين - فليسقط اليهودية - فليسقط البريطانية الجبار - فلتحي جمعية علماء الهند - فليحي مولانا عبد الحق المدنى

فقوبل حضرة المدير استقبالا بديعا -

ولا زال المستقبلون محتاطين به حتى وصل الى ادارة المدرسة وقد حان الغروب وحين الافطار -

وقد اقيمت هنالك مادبة انيقة عامة - فافطر الحاضرون - وبعد اداء فريضة المغرب القى حضرته كلمة وجيزة تتضمن الشكر لاولئك المستقبلين - و الاعتذار عن القيام بواجباتهم ازاء ما تجشموه من المشقة فى سبيل الاخلاص

ولما كان اهل البلاد متشوقين الى الاستطلاع على حال فلسطين وما يؤمل من النجاح والظفر تحت قرارات الموتمر - لاجرم وعدهم بابداء ما عنده فى الليلة التالية لتلك الليلة بعد صلوة التراويح - فاجتمع لذلك

جمع عظيم لا يقادر قدره حتى كادت المدرسة ان تئط بالمستمعين و
اكتظ الجامع باهله فلم يسعهم حتى قعدوا على الشرفات

وانعقدت عند ذلك حفلة عظيمة يرأسها صاحب الفضيلة حضرة القاضي
اتقان حسين رئيس مجلس تحفظ فلسطين

وبعد تلاوة آيات من القرآن الكريم انشد بعض الحاضرين قصيدة تتضمن حالة
فلسطين وما جرى على مسلميها من الفظائع المولمة مما تنشق لها القلوب وتدمى لها
العيون - ثم قام صاحب الفضيلة مولانا محمد اسمعيل السنبهلي احد مدرسي
المدرسة وعضو من اعضاء مجلس النواب البرلماني -

فالقى كلمة اعرب فيها عما يجب على المسلمين اليوم في حماية فلسطين واسدى كلمات التشكر
البليغة لصاحب السماحة حضرة المدير المندوب في تحمله مشاق السفر واجابته دعوة المؤتمر

وبعد ذلك قام حضرته والقى خطابا بارعا ذكر فيه بعد الحمد والثناء اني لم اصنع شيئا
استوجب به شكرا - ويا ليتني صنعت - ولو اني صنعت لما استوجبت هذه الكلمات - لان
المحسن انما يحسن على نفسه ولا شكر على واجب

وبعد ذلك سرد على الحاضرين سوانح سفره وما قوبل به الوفد الهندي من
الحفاوة والاحترام - وما خص به حضرة المفتي من الاجلال والاعظام - واثنى على
اهل مصر ثناء بليغا في مكارم اخلاقهم وحسن معاشرتهم واكرامهم الاضياف سيما
جمعية شبان المسلمين الذين غمروا الوفد باياديهم الجميلة واخلاقهم الفاضلة - و
خص من دونهم صاحب السماحة الدكتور عبد الحميد سعيد رئيس الجمعية

وذكر بعض ما قاساه حضرة المفتي من المرض الشديد في الباخرة - وما خص به من
الكرامة الباهرة حيث انه كان يقابل كل قادم من مستقبليه بما يليق بشانه وهو لا
يشعر لشدة مرضه بشيء من ذلك الا القليل النادر

ثم قال عند ذكر الجلسة الافتتاحية للموتمر

ان اول من القى كلمته البديعة حضرة الرئيس محمد علي علوبه باشا فانه القى

خطابا بادعًا جامعًا لشتات المعانی الجلیة والحوادث التاریخیة معربة عن شرف العرب ومن ایاهم یوید مطالبات العرب فی فلسطین خطبة تعلن بالذب عن حوزتهم بکل معنی الکلمة وتحث المسلمین علی الاتحاد والاتفاق - و التعاضد التام مع عرب فلسطین -

و علی کل فانه قد اجاد فی خطابه کل الاجادة الا انی لم اجد فیها کلمة انذار وتهدید ازاء الحکومة البریطانیة کما تعوده سمعی فی البلاد الهندیة ولذا احسست اذ ذاک ان المؤتمر بکلیته مهما قام وقعد فی حل مشکلة فلسطین - والنقاذ عربها فانه لم یتجرأ ان یتفوه بکلمة تمس بشرف الدولة البریطانیة - وتلک حزازة لا زالت فی النفس باقیة ویا للاسف

علی ان مسئلة فلسطین لا یکاد یحلها الا ضرب السنان -

ومن لا یقدر علی التفوه باللسان - انی له ان یقاوم بالسنان؟

اللهم لطفا بالعباد

هؤلاء المسلمون مع کثرتهم فی مشارق الارض ومغاربها کیف عجزوا عن مقاومة اعداء الله الذین لم یبلغوا معشار عشرهم -

ومن الموسف المولم ان الامة الاسلامیة فی نواحی الارض باجمعها مقهورة تحت سیطرة الاجانب ثم ذکر نجاح المؤتمر فی قراراته التی قررها حیث انها جرت علی وفق المراد کلا انه لم یعهد ان الظالم قط تنازل نعم بمحض قرارات یقررها ای مؤتمر کان مالم یجر علیها حکم النفاذ -

والمسئلة الفلسطینیة لا اظن تنحل بقرارات المؤتمر - فعلیکم ایها المسلمون بالاستعداد التام لمقاومة الحکومة الغاشمة - فاعدوا لهم ما استطعتم من قوة حاسمة - وشمروا عن ساعد الجد وساق الاجتهاد فی انقاذ اخوانکم - والقبلة الاولی من ایدی الاعداء الجابرة واعلموا انکم ان اخلصتم العمل والهمة فانکم ناجحون منصورون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون - وان تنصروا الله ینصرکم ویثبت اقدامکم - وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم - ثم لا یکونوا امثالکم --- هذا - وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین -

حرره الاحقر الی الله العباد - محمد میاں عفی عنه

تفہیمات

گذشتہ سے پیوستہ

ناسخ اور منسوخ کے متعلق فتویٰ

قرآن پاک اور ائمہ مجتہدین ائمہ مجتہدین کا سب سے بڑا اصول یہ تھا کہ قرآن پاک کا کوئی ایک حرف بلکہ کوئی ایک شوشہ بھی بے معنی نہیں۔ اُس کا ہر نحز ایک ضابطہ کی تلقین کرتا ہے۔ جس کی روشنی میں شرعی مسائل استنباط کئے جاتے ہیں۔ وہ کبھی بھی سر سید صاحب یا ان کے ہم خیال بزرگوں کی طرح نومن ببعض و نکفر ببعض (یعنی کچھ پر ہم ایمان لاتے ہیں اور کچھ پر نہیں) کے قائل نہیں ہوئے بلکہ اس کو صریح کفر اور تحریف دین گردانا۔

اور پھر چونکہ خود قرآن پاک کی بہت سی آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مفسر قرآن گردانتی ہیں۔ لہذا انہوں نے احادیث مقدسہ کو تفسیر قرآن گردانا اور اب متن قرآن اور تفسیر حدیث سے جو مفہوم سمجھ میں آیا اُس کو دین کا مسئلہ قرار دیا۔

یہی باعث ہے کہ انہوں نے حروف اور صلات۔ مثلا ب۔ فی۔ من۔ علیٰ۔ یا الی کے اختلاف یا کسی کلمہ کی تقدیم یا تاخیر پر بھی سیکڑوں اصول اور مسائل کا استنباط کیا اور اپنی زندگی بھر کے کارناموں کو امت کے لئے رشد و ہدایت کا ذخیرہ بنا کر ترکہ کی حیثیت سے چھوڑا۔

رجوع مذکورہ بالا سوالات میں سے چونکہ چند سوالات کا باعث اور محرک سر سید صاحب کا طرز جواب ہی تھا اس سے تمہید میں کسی قدر تفصیل سے کام لینا پڑا۔ اب توفیق الٰہی پر اعتماد کرتے ہوئے جواب کی طرف توجہ کی جاتی ہے (واللہ المعین)

نسخ کے لغوی معنی لغت کے اعتبار سے نسخ کے چند معنی ہیں

(۱) زائل کر دینا اور ہٹا دینا۔

(۲) ایک کے بدلہ میں دوسری چیز لانا

(۳) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دینا

(۴) کتاب نقل کرنا

نسخ کی شرعی حقیقت | علماء اصول و تفسیر نے نسخ کی حقیقت یہ بیان کی ہے ھُوَ بَیَانُ مُدَّۃِ الحکم
یعنی کسی حکم کی مدت کا اظہار۔

تشریح | علماء اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اسلام دنیا میں ہمیشہ سے ہے۔ بالفاظ دیگر الہی مذہب جو دنیا میں ابتداء سے رہا، اُس کا نام اسلام ہے۔ یہ مذہب عقائد کے اعتبار سے غیر قابل تبدیل ہے۔ کیونکہ عقیدہ اُس واقعی علم کو کہا جاتا ہے جو ایسی چیزوں سے متعلق ہو جن کو ہم بذات خود محسوس اور مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

مثلاً خداوند عالم کی ذات اس کی صفات۔ عرش۔ کرسی۔ فرشتے۔ دوزخ۔ جنت۔ قیامت۔ عذاب قبر۔ سزا۔ جزا وغیرہ۔ یہ چیزیں ہمارے مشاہدے سے بالا ہیں۔ ان کے متعلق کسی رائے کو عقیدہ کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے تمام امور کے متعلق خداوندی مذہب کی ایک ہی رائے ہو سکتی ہے۔ اور جبکہ یہ چیزیں تبدل اور تغیر سے بالا ہیں تو ان کے متعلق مذہب کی تعلیم میں بھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ان تبدل و تغیر کے اگر متحمل ہو سکتے ہیں تو صرف عملی احکام۔ لیکن دنیا اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتی کہ اولاد آدم کی ذہنیت اور اس کی ذہنی استعداد ابتداء میں بہت زیادہ ناقص اور پست تھی۔ اور اس نے رفتہ رفتہ ترقی کی۔ اس سے زیادہ ذہن کی پستی کیا ہو سکتی ہے کہ بنی اسرائیل جو نبیوں کی قوم تھی اسکی حالت یہ ہے کہ دریائے نیل میں فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی اور اپنی جماعت کی رہائی خود اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور توریت کی زبان میں دریا کے بیچوں بیچ سوکھی زمین پر اس طرح اطمینان سے گذر جاتے ہیں کہ ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا اور سب عورتیں دفوں کے ساتھ تھرکتی ہوئی اس کے پیچھے چلیں۔

(توریت۔ کتاب الخروج ۱۵ب ۱۹/۲۰)

اور پھر جب ان کو بھوک کی تکلیف محسوس ہوتی ہے تو آسمان سے روٹیاں برستی ہیں۔ کتاب الخروج ۱۶ب۔ پیاس کی شدت محسوس کرتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے کوہ حرب کی چٹان سے پانی کا چشمہ ابل پڑتا ہے۔ کتاب الخروج ۱۷ب وغیرہ وغیرہ

مگر قدم قدم پر ان کمبختوں کی حالت کا اندازہ کرانے کے لئے ترجمہ توریت کی صرف ایک آیت نقل کی جاتی ہے:

• سو لوگ موسیٰ پر جھنجھلائے اور کہا کہ تو ہمیں مصر سے کیوں نکال لایا کہ ہمیں اور ہمارے

لڑکوں اور ہمارے مواشی کو پیاس سے ہلاک کرے۔ موسیٰ نے خدا سے فریاد کرکے کہا۔ میں ان لوگوں سے کیا کروں۔ وہ تو سب ابھی مجھے سنگسار کرنے کو تیار ہیں" بٰلہ کتاب الخروج۔

اُن کو حکم ہوتا ہی کہ جو من وسلویٰ آسمان سے نازل ہو رہا ہے اُس کو بچا کر مت رکھو۔ مگر اُن کمبختوں سے اتنا صبر نہیں ہو سکتا کہ اس وقت پیٹ بھر لیں اور صبح کے لئے بھی اس وقت کی طرح خدا کی جانب سے من وسلویٰ کے نزول پر بھروسہ کرتے ہوئے کچھ نہ بچائیں۔ وہ کمبخت صبح کے لئے بچا کر رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ سڑ گیا۔ مگر پھر بھی انکا ایمان کامل نہیں ہوتا ۱۶ کتاب الخروج۔

اُن کو حکم ہوتا ہے کہ دیکھو خداوند تیرے خدا نے یہ زمین جو تیرے آگے ہے تجھے عنایت کی ہے۔ چڑھ اور اس کا وارث ہو۔ جیسا خداوند تیرے باپ دادوں کے وارث نے فرمایا ہے۔ تو مت ڈر اور بیدل نہ ہو۔ استثنا ۱۱ ب

لیکن ان کمبختوں کو خدا کے ارشاد پر اطمینان نہیں ہوتا۔ یہ اول جاسوس بھیجتے ہیں اور پھر زنخوں کی طرح گڑگڑاتے ہوئے کہتے ہیں۔

ازبسکہ خداوند ہمارا کینہ رکھتا ہے۔ اس لئے ہم کو مصر کی زمین سے نکال لایا۔ تاکہ ہمیں اموریوں کے ہاتھ میں گرفتار کرادے۔ اور وہ ہمیں ہلاک کریں۔ ہم کیا چیز ہیں۔ ہمارے بھائیوں نے تو یوں کہہ کے ہمیں بیدل کر دیا ہی کہ وہ لوگ تو ہم سے بڑے لمبے ہیں اور اُن کے شہر بھی بڑے۔ اور اُن کی دیواریں آسمان تک ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کتاب استثنا ۱ ۲۷-۲۹

یہ ایک واقعہ ہے اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے توراۃ پُر ہے۔ اگر جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم مجلد ہو جائے۔ ہمیں صرف اس ذہنی پستی کا اظہار کرنا تھا جو انسانوں کی اس جماعت میں تھی جو نبیوں کی قوم تھی اور جس میں سیکڑوں ہزاروں مرتبہ جلیل القدر انبیاء کی آفتاب جیسی صداقت کے ساتھ خدا کا دین متین جلوہ فرما ہوا۔ ان کے علاوہ دنیا کی وہ قومیں جو ہلاک اور برباد کی گئیں ان کی پستی کا تو اندازہ مشکل ہے۔

لیکن نوع انسان کی ذہنیت ہمیشہ رو بترقی رہی۔ حتیٰ کہ اسکی قلبی اور دماغی قوتوں نے اعلیٰ صلاحیت حاصل کرلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس امت کی ہدایت کے لئے بھیجا وہ اگرچہ اپنے اعمال اور عقائد کے لحاظ سے بدترین جماعت تھی۔ لیکن اس کی ذہنی استعداد و صلاحیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مسلمان ہونے سے صرف دو سال بعد جب مدینہ طیبہ کے انصار کے سامنے جنگ بدر کا نقشہ پیش آیا۔

تو اگرچہ ان کا معاہدہ جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کی سکونت اختیار فرمائی تھی صرف یہ تھا کہ مدینہ طیبہ پر کوئی حملہ آور ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور امداد کریں گے۔ اور چونکہ غزوۂ بدر میں مدینہ طیبہ سے باہر ایک قوم سے جنگ کرنا تھا۔ تو اس کی ذمہ داری انصار مدینہ پر عائد نہ ہوتی تھی۔ مگر جس حوصلہ سے انصار مدینہ نے حق امداد کا اعلان کیا وہ ہمیشہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

انہوں نے اعلان کیا۔

یا رسول اللہ ہم وہ نہیں کہ کہدیں کہ آپ اور آپ کے خدا چلے جائیں۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں ہم تو وہ ہیں جو آپ کے آگے پیچھے دائیں بائیں غرض ہر طرف سے جنگ کریں گے۔ یا رسول اللہ حکم فرمایئے ہم سمندروں میں گھوڑے ڈالدیں۔ آگ کے شعلوں میں کود پڑیں۔

یہ حوصلہ اور ہمت اس حالت میں ہے کہ مقابلہ پر ایک جرار لشکر ہے جو ہر قسم کے ساز و سامان سے آراستہ اور مسلمانوں کی تعداد کل ۳۱۳ جن میں سے صرف دو کے پاس گھوڑے۔ اور تلواریں بھی تمام کے پاس نہیں۔ دیگر اسلحہ کا تو ذکر ہی کیا۔

تدریجی اصلاح امت محمدیہ ذہنی صلاحیت میں اگرچہ سب سے اعلیٰ تھی۔ لیکن اس قدیم جہالت کو مٹانے کے لئے کچھ مدت ضرور درکار تھی جس میں وہ عرصے سے مبتلا تھے۔ اور پھر اس تدریجی اصلاح کے لئے یہ بھی لازم تھا کہ احکام بھی حسب حال نازل ہوتے رہیں۔ علاوہ ازیں جبتک آپ مکہ معظمہ میں رہے تو وہاں کے احکام اور تھے کیونکہ وہ دار الحرب تھا۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ کے احکام جدا تھے کیونکہ وہ دار الاسلام تھا۔

احکام کی قسمیں ان حالات کی بنا پر احکام کی چند قسمیں ہو گئیں مثلاً (الف) ایسے احکام جو غیر موقت (ابدی) اور ہر ایک حالت میں لازمی ہوں۔ (ب) ایسے احکام جو کسی خاص مدت تک محدود تھے مگر انکی مدت معلوم نہ ہونے کی بنا پر انکو دائمی خیال کر لیا گیا (ج) ایسے احکام جو اگرچہ منسوخ تو نہیں ہوئے مگر حالات کی تبدیلی سے انکی جگہ دوسرے احکام نے لے لی۔ مثلاً مدینہ طیبہ میں آکر جب دار الاسلام کے احکام نافذ ہوئے تو جو احکام دار الحرب میں رہنے والوں کیلئے تھے وہ اگرچہ اب بھی بدستور باقی ہیں۔ اگر کوئی شخص دار الحرب میں ان جیسے حالات میں مبتلا ہو جائے تو کی زندگی اس کے لئے مشعل راہ ہوگی لیکن مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے بعد ان پر عمل بند کر دیا گیا کیونکہ وہ ضرورت باقی نہ رہی۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں تحریر فرمایا ہے (باقی)

المختار للفتوی

ویجوز المسح علی الجرموق[۱] فوق الخف - وعلی الجوربین اذا کانا
ثخینین[۲] - او مجلدین[۳] او منعلین[۴] - وینقضه[۵] ما ینقض الوضوء ونزع الخف[۶] و
مضی المدة - فاذا مضت المدة نزعها - وغسل رجلیه[۷] - ف

اور مسح جرموق[۱] پر جو موزے کے اوپر ہو - جائز ہے - اور جرابوں پر بھی جبکہ وہ ثخین[۲] (گاڑھی) ہوں
یا مجلد[۳] یا منعل[۴] ہوں - اور مسح کو توڑ دیتی ہیں[۵] وہ چیزیں جو وضو کو توڑ دیتی ہیں - نیز موزے[۶] کا نکلجانا - اور مدت
کا گزر جانا - مسح کو توڑ دیتا ہے پس جب مدت ختم ہو جائے تو موزوں کو نکال لے اور پیروں کو دھولے -

(حاشیہ عربی) رمزہ - ف ای خلافاً للشافعی قال
فی البدائع ان لبس الجرموقین من الجلد علی
الخفین جاز عندنا وعند الشافعی لا یجوز وان
لبس الجرموق وحکی قیل له علی هذا الخلاف
والصحیح انه یجوز المسح علیه بالاجماع ۱۲ بدائع ص ۱/۱۰
عہ رمزہ ف - ای خلافاً للشافعی - قال فی البدائع
عند الشافعی لا یجوز المسح علی الجوارب وان کانت
منعلة الا اذا کانت مجلدة الی الکعبین ۱۲
وقال ایضاً اما المسح علی الجوربین فان کانا مجلدین
او منعلین یجزیه بلا خلاف عند اصحابنا وان
لم یکونا مجلدین ولا منعلین وان کانا رقیقین
یشفان الماء لا یجوز المسح علیهما بالاجماع
وان کانا ثخینین لا یجوز عند ابی حنیفة وعند
هما یجوز - وروی عن ابی حنیفة انه رجع الی
قولهما فی آخر عمره ۱۲ بدائع ص ۱/۱۰ سہ رمزہ ف ۱۲

[۱] جرموق - ایک قسم کا موزا ہوتا ہے جبکو سرد ممالک میں چمڑے کے
موزے پر پہن لیا جاتا ہے - یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصل لفظ "سر موزہ" تھا
(شرح نقایہ - وحاشیہ) ص ۲۹ [۲] گاڑھے ہونے میں تین باتوں کا
لحاظ کرنا ہوگا (۱) پانی نہ چھنتا ہو (۲) پنڈلی پر بغیر باندھے ہوئے
رکے رہیں (۳) کم از کم ایک فرسخ یعنی تین میل سفر طے کر سکیں
فرسخ کی مقدار ۱۲ ہزار گز بھی بیان کی گئی ہے ۱۲ (شرح نقایہ وحاشیہ)
[۳] مجلد سے مراد یہ ہے کہ تلے میں بھی چمڑا ہو اور اوپر بھی ۱۲ شرح نقایہ
[۴] منعل یعنی تلا صرف چمڑے کا ہو ۱۲ شرح نقایہ [۵] یعنی
اُن چیزوں کے پیش آنیکے بعد اگرچہ تو ضروری نہیں ہوتا
کہ موزے نکال کر دوبارہ پیر دھوئے اور موزے پہنے
ہاں موزوں پر مسح کرنا ضروری ہو جاتا ہے [۶] اگر وضو
تھا محض موزے کی مدت ختم ہوگئی تو اتنا ہی کافی ہے - اور وضو نہیں تھا
تو گزشتہ تفصیل کے بموجب وضو بھی کرنا ہوگا -
مرم قال فی البدائع للشافعی قولان فی قول مثل قولنا
وفی قول یستقبل الوضوء ۱۲ بدائع ص ۱/۱۰

خُرُوجُ اَکْثَرِ الْقَدَمِ اِلیٰ سَاقِ الْخُفِّ نَزْعٌ

مَسَحَ مسافرٌ ثُمَّ اَقَامَ بعد یوم و لیلۃٍ - نَزَعَ - وقبل ذٰلک یُتِمُّمُ یومًا وَّلَیْلَۃً - مَسَحَ مُقِیْمٌ - ثُمَّ سَافَرَ قبل یوم و لیلۃٍ تَمَّمَ مدۃَ المُسَافِرِ - وَلَا یَجُوْزُ المسحُ علی العمامۃ والقلنسوۃ - والبُرْقُعِ وَ القفازین ویجوز علی الجبائر - وان شدھا علی غیر وُضُوْءٍ

اور پیر[1] کے زیادہ حصہ کا موزے کی ساق کی طرف نکل آنا - موزا نکل جانے کے حکم میں ہے -

کسی مسافر نے مسح کیا - پھر ایک دن[2] اور ایک رات کے بعد قیام کر لیا - تو اب موزے نکالدے (پیر دھو کر دوبارہ موزے پہنے) اور اس سے (یعنی ایک دن ایک رات سے) پہلے (اگر قیام کر لیا) تو ایک دن ایک رات پوری کرے - کسی مقیم نے مسح شروع کیا - پھر ایک دن ایک رات سے پہلے سفر کر لیا - تو مسافر کی مدت پوری کرے - (تین دن تین رات تک مسح کرتا رہے)

عمامہ (صافہ) ٹوپی - برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں -

مسح ٹکٹکی[3] پر جائز ہے - اگرچہ اُس کو بلا وضو کے باندھا ہو -

حاشیہ عربی (رمز ف - ۳) - خلافًا للشافعی - فانہ قال لا یجوز لمن مسح ثم سافر قبل یوم ولیلۃ تکمیل مدۃ السفر واما لو اقام مسافر فی مدۃ لم یزد علی یوم ولیلۃ من حین مسح وھذا بالاجماع ۱۲ شرح نقایہ عمدہ زبیرہ ف

ای خلافًا للشافعی

[1] موزے کی ساق سے موزے کا وہ حصہ مراد ہے جو ٹخنے سے اوپر ساق یعنی پنڈلی پر ہے - تو مطلب یہ ہوا کہ موزے کا وہ حصہ جو پنڈلی پر ہے اگر کھسک جائے اور نیچے آجائے اسطرح کہ پیر کا زیادہ حصہ اس ساق میں آگیا تو اس کا حکم وہی ہے جو موزے نکلجانے کا ۱۲

[2] یعنی ان دونوں صورتوں میں کہ مسافر ٹھہر جائے یا مقیم سفر کرنے لگے - آخری حالت کا اعتبار ہوگا - اس وقت اگر مسافر ہے تو مدت سفر کے بموجب اگر مقیم ہوگیا ہے تو مدت قیام کے بموجب مسح کرے گا - واللہ اعلم (شرح وقایہ)

[3] ہڈی ٹوٹ جانے پر جو کھپچیاں یا تختی وغیرہ باندھ دی جاتی ہے وہ جبیرہ اور اردو میں ٹکٹکی کہلاتی ہے -

فان سقطت عن برءٍ بَطَلَ - افتصد وعَصَبَ یَدَہ یمسح علی جمیع العصابۃ مع فُرجتھا ان ضَرَّہ حَلّھا - وھکذا الجر ا حات والقروح - وصنع علیٰ شقوق رجلیہ دواءً لا یَصِلُ الماءُ تحتَہ یجری الماء علی ظاہر الدواء -

اگر پھایا زخم اچھا ہو جانے کے سبب سے چھوٹ کر گر جائے تو مسح باطل ہو جائیگا (اب اس حصہ پر پانی بہانا ضروری ہوگا) کسی نے فصد لی اور ہاتھ پر پٹی باندھ لی تو اگر پٹی کا کھولنا مضر ہو تو ساری پٹی پر معہ اسکے فرجہ کے مسح کرلے اور یہی حکم ہے زخموں اور پھوڑوں پھنسیوں کا کسی نے پیروں کی پھٹن پر ایسی دوا رکھدی کہ اس کے نیچے پانی نہیں پہنچ سکتا۔ (جیسے موم مثلاً) تو دوا کے اوپر کے حصہ پر پانی بہادے

لہ فرجہ کے لفظی معنی تو کشادگی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب پٹی بندھ رہی ہو تو زخم کی جگہ کے علاوہ باقی حصہ جو پٹی میں چھپا ہوا ہے - وہ اگرچہ زخمی نہیں۔ لیکن اگر پٹی کھولنا مضر ہوتا ہے تو اس کو نہ کھولے بلکہ

بابُ الحیض

وهو الدم الذی تصیر المرأة به بالغة واقلّه ثلثة ایام ولیالیها واکثره عشرة ایام ولیالیها۔ وما نقص عن اقله وزاد علی اکثره وما تراه المرأة الحامل استحاضة لا یمنع الصوم والصلوٰة۔ والوطی۔

باب حیض۔ حیض وہ خون ہے جس سے عورت بالغ ہو جاتی ہے۔ حیض کی مدت کم سے کم تین دن تین رات ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات۔ اور جو خون کم از کم مدت (یعنی تین دن) سے کم ہو (مثلاً ایک یا دو روز آئے) یا جو زیادہ سے زیادہ مدت (یعنی دس روز) سے زائد ہو۔ اور جس خون کو کہ حاملہ عورت دیکھتی ہے وہ استحاضہ ہے۔ جو روزہ نماز اور وطی کیلئے مانع نہیں۔

ع رمزہ۔ ف۔ ای خلافاً للشافعی فان اقل المدة عنده یوم ولیلة وکذا عند احمد رح ۱۲ شرح نقایہ عـــہ رمزہ س۔ ای خلافاً لابی یوسف فانه قال ان اقل مدة الطهر یومان واکثر الیوم الثالث ۱۲ شرح نقاه صـ۲ سـہ رمزہ (ف) قال مالك والشافعی واحمد وهو قول ابی حنیفة الاول خمسة عشرة یوماً ۱۲ (شرح نقایہ) للعہ رمزہ (ف) قال مالك والشافعی فی الجدید ما تراه الحامل علی ترتیب ادوارها حیض ۱۲ شرح نقایہ

مجاہد اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اسلام اور عیسائیت کی جنگ نے کتنے ہولناک مناظر دنیا کے سامنے پیش کئے۔ کتنے مسلمانوں کی مقدس جانیں عیسائیت کی وحشت نواز بربریت اور درندگی پر قربان ہوئیں۔ اور کس طرح ارض مقدس کے بازاروں اور مساجد میں مسلم معصوم کے خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ اور پھر کس طرح فتح و نصرت نے مسلمان مجاہدین کے قدم چومے اور ہلالؔ بالادبر تر کی امداد نے کس طرح مظلوموں کی امداد کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اگر آپ ان تمام دلچسپ۔ ایمان افروز واقعات کو دلچسپ۔ مستند اور مفصل طور پر معلوم کرنا چاہتے ہیں فوراً حیات صلاح الدین معہ مختصر تواریخ ہائے جنگ صلیبی مصنفہ جناب مولوی سراج الدین احمد بیرسٹرایٹ لا ایڈیٹر چودھویں صدی راولپنڈی۔ طلب فرمائیے۔ طباعت، کتابت نہایت اعلیٰ۔ قیمت ۸ـ۔ علاوہ محصول ڈاک۔ ملنے کا پتہ کتبخانہ فخریہ امروہہ گیٹ مراد آباد

دارالتالیف والاشاعت مرادآباد کی مطبوعات

خریداران رسالہ "قائد" کے لئے ۲ روپیہ کمیشن | محصول ڈاک بذمہ خریدار | ملیشگی قیمت روانہ کرنے پر محصول ڈاک معاف

ایضاح الادلہ | مؤلفہ سیدنا شیخ الہند حضرت مولینا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ العزیز۔ احناف کی جانب سے اہل حدیث کے اعتراضات کے متعلق علمی موتیوں کا بےنظیر خزانہ ہے الہامی فوائد کا قیمتی ذخیرہ ہے حضرت مؤلف کا مشہور علم وفضل مضامین کے حسن وخوبی اور استناد کے لئے اعلیٰ شاہد ہے۔ قیمت عمدہ کاغذ عہ معمولی عہ

النور الفائض علی علم الفرائض | مؤلفہ سیدنا حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔ علم فرائض کے اصول کے متعلق بہترین فارسی نظم ہے اسکے یاد کر لینے پر طلبۂ علما کیلئے علم فرائض بالکل سہل ہو جاتا ہے۔ قیمت صرف ۲ ر

اربعین یعنی تصویر اسلام | مؤلفہ حضرت علامہ سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراداباد: کتاب تقریبًا ڈھائی سو احادیث مقدسہ ورچالیس آیات کریمہ پر مشتمل ہے ان احادیث ورآیات سے اسلام کی تمام اخلاقی اعتقادی اور ایمانی تعلیمات کا نقشہ عام فہم اور سلیس پیرایہ میں کھینچ دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضروری ہے قیمت صرف ۲ ر

اسلامی تعلیمات کا تبلیغی مرقع | مؤلفہ مولانا سید محمد میاں صاحب۔ یہ ایک خوبصورت نقشہ ہے جو اربعین کی طرح تمام اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ ۱۱۰ قرآن پاک کی آیات اور دو سو احادیث صحیحہ کو حوالہ کتب وصفحہ کے ساتھ ایک نقشہ

اصلاح الرسوم

مؤلفہ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب۔ یہ مشہور ومعروف کتاب ہے ہر ایک مسلمان کے لئے اس کا مطالعہ بہت مفید اور بہت ضروری ہے۔ عمل وخیال کی اصلاح کے لئے بہترین کتاب ہے۔ بعض اغلاق کی شکایت تھی۔ کتبخانہ فخریہ نے اسکو حل لغات اور حاشیہ کیساتھ طبع کرایا ہے ضخامت پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے مگر قیمت وہی ۸ ر

میں جمع کر دیا گیا ہے۔ دیوار پر چسپاں کر دیجئے گویا ہر وقت ایک واعظ آپ کے سامنے رہیگا۔ بقول حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند دریا کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کے گھر میں اس کا رہنا ضروری ہے۔ اور حسب الارشاد حضرت علامہ مولینا اعزاز علی صاحب ہر مسجد کے امام صاحب کو اسکا ایک حصہ یومیہ حاضرین جماعت کو سنا دینا چاہیئے۔ قیمت ۲ ر ۲ رکے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جا سکتا ہے

اسلامی "تاریخ کی پہلی کتاب۔ عرف ہمارے پیغمبر | معہ عقائد واحکام اسلام۔ مؤلفہ مولانا سید محمد میاں صاحب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی تشریح اور تفسیر در عقائد واحکام۔ اسلام کی تعلیم کے متعلق یہ بےنظیر کتاب ہے۔ بچوں اور عورتوں کیلئے بہت زیادہ مفید نہایت خوبصورت۔ جہاں پہنچتی ہے داخل درس کی جاتی ہے جلی خط میں طبع کرائی گئی ہے۔ صفحات ۹۵ قیمت ۳ ر

آنے والے انقلاب کی تصویر۔ جذبات حریت کا درس از مولانا سید محمد میاں صاحب۔ سیاسیات حاضرہ پر بےنظیر تبصرہ ہے صفحات ۴۴-۱ اور قیمت بلحاظ رفاہ عام صرف ایک آنہ علاوہ محصول ڈاک۔

معرفۃ التجوید | فن قرأت کے متعلق بہترین رسالہ ہے۔ جس کو قرآن پاک کے ساتھ بچوں کو پڑھا دینا ضروری ہے۔ تاکہ حروف کی ادائیگی صحیح ہو اور قرآن پاک کی تلاوت کا پورا ثواب مل سکے۔ جا بجا داخل درس ہے قیمت ا ر

مذکورہ کتب کے علاوہ ہر علم وفن کی کتابیں اس پتہ سے طلب فرمایئے | **منیجر کتب خانہ فخریہ شاہی کمپنی مرادآباد** | شاہی ہرقی پریس کے چھپے ہوئے پارے تاجرانہ نرخ پر طلب کیجئے

عکس ارشادات مبارکہ

سیدنا شیخ الاسلام مجاہد جلیل حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دام ظلہم سرپرست رسالہ قاید

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میں نے رسالہ قاید کے بعض بعض مضامین دیکھے میں پہلے ہی سے اسکے کارکنوں سے واقف ہوں کہ ماشاء اللہ ماہرین علم و فضل اور صحیح الخیال سنی صحیح العقیدہ اور قابل افراد ہیں انمیں سے بہت سے حضرات نے خدمات ملیہ اور دینیہ میں عالی ہمتی کے ساتھ بہت سی قربانیاں کی ہیں مجھکو قوی امید ہے کہ قوم اور رسالہ [illegible] کیلیے اور رسالہ کی [illegible] نہایت صحیح اور بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہوگی میں تمام ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی ہمت افزائی کریں اور اسکی خدمت میں پیش از پیش حصہ لیکر اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کریں میری دعا ہے کہ اللہ تعالی اسکو پیش از پیش توفیق عمل اور توفیق اصلاح اور ہر قسم کی خرابیوں سے بچائے آمین و باللہ التوفیق

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
[illegible] ربیع الاول [illegible]

ترسیل زر کا پتہ
(مولوی حکیم [illegible] فیصل صاحب) مراد آباد

مقاصد رسالہ

(الف) سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور بالخصوص اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک اور مستند حالات پیش کرکے مسلمانوں کی مذہبی سیاسی اور اقتصادی یعنی مالی صحیح [illegible] اصلاح (ب) تاریخ عالم اور اقوام دنیا کے عروج و زوال کے فلسفہ اور وجوہات پر بحث کرکے مسلمانوں میں جذبات [illegible] و عروج پیدا کرنا (ج) عربی طلبہ میں عربی زبان [illegible] (د) ہندوستان اور حجاز میں [illegible] قائم کرنا

علمائے کرام اور طلبہ کو

[illegible]

انصار کی [illegible]

[illegible]

مستقل عنوانات

جن کے ماتحت مستند اور دلچسپ مضامین ہر رسالہ میں آتے رہیں گے

(۱) تعلیمات قرآن و احادیث
(۲) ترجمہ تفسیر ابن کثیر
(۳) سیرت مقدسہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
(۴) تاریخ عالم
(۵) سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
(۶) سیرت اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
(۷) تاریخ اسلام
(۸) فقہیات یعنی دینی مسائل کے سلسلہ میں حضرت علامہ ابو الفضل عبداللہ بن عبداللہ موصلی متوفی ۶۸۳ھ کی مشہور مگر نایاب اور بے مثال کتاب "المختار للفتوی" مع ترجمہ و حاشیہ
(۹) نادر اور [illegible]
(۱۰) سیاسیات مسلم
(۱۱) اقتصادیات مسلم
(۱۲) سیاسیات حاضرہ
(۱۳) سیاسی روزنامچہ
(۱۴) فلسفہ ایمان
(۱۵) علمی اور اصلاحی افسانے
(۱۶) ادبیات
(۱۷) زنات العرب [illegible] تازہ بتازہ عربی اشعار اور مضامین [illegible]

[illegible]

قیمت قسم اول [illegible]
قسم دوم ۱۳ [illegible]